جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	زِیارتِ قبور
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	ڈاکٹر علی اکبر الازہری، محمد تاج الدین کالامی
تخریج	:	حافظ فرحان ثنائی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اکتوبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمیئر پیپر	:	100/- روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز

sales@minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	زِیارتِ قبور
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	ڈاکٹر علی اکبر الازہری، محمد تاج الدین کالامی
تخریج	:	حافظ فرحان ثنائی
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اکتوبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت امپورٹڈ پیپر	:	-/130 روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز

sales@minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

زِیارتِ قبور

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
دَعَا اِلَی اللهِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

﴿صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۰۷-۹۷-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں وکشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرس

صفحہ	مشتملات
۱۳	پیش لفظ
۱۵	باب اوّل
	زیارت کا معنی و مفہوم اور اس کی اقسام
۱۸	۱۔ زیارت کا لغوی معنی و مفہوم
۲۰	۲۔ زیارت کا شرعی معنی و مفہوم
۲۰	۳۔ زیارت کی اقسام
۲۱	(۱) زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۲	(۲) زیارتِ اولیا و صالحین
۲۴	(۳) زیارتِ اماکنِ مقدسہ
۲۵	(۴) زیارتِ والدین
۲۶	(۵) زیارتِ احباب و متعلقین
۲۹	(۶) زیارتِ قبور

مشتملات	صفحہ
۴۔ زیارت منافی توحید نہیں	۲۹
باب دوم	۳۱
زیارتِ رسول ﷺ	
فصلِ اوّل	۳۳
حیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول	
۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ رسول ﷺ کا حسین منظر	۳۵
۲۔ زیارتِ رسول ﷺ سے بھوک کا مداوا	۳۸
۳۔ ٹکٹکی باندھ کر حضور ﷺ کی زیارت	۴۰
۴۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہشِ زیارت	۴۱
۵۔ شیخین رضی اللہ عنہما کا منفرد اعزاز	۴۲
۶۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیتِ اِضطراب	۴۳
فصلِ دوم	۴۵
بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول	
۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول	۴۷

صفحہ	مشتملات
۴۸	۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول
۵۱	۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول
۵۳	۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول
۵۳	۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا معمول
۵۴	۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم
۵۴	۷۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ
۵۵	۸۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ نبوت میں سلام
۵۷	فصل سوم زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشروعیت
۵۹	۱۔ بحث القرآن
۶۴	۲۔ بحث الحدیث
۶۴	(۱) روضۂ اَطہر کی فضیلت
۶۶	(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے زیارتِ روضۂ اَطہر کی ترغیب
۷۰	(۳) اِستطاعت کے باوجود زیارت نہ کرنے پر وعید
۷۱	۳۔ بحث الفقہ و السلوک

صفحہ	مشتملات
۷۱	(۱) زیارتِ روضۂ انور ﷺ محبوب عمل ہے (ائمہ کی تصریحات)
۷۵	(۲) زیارتِ قبرِ انور کے آداب
۸۳	۴۔ بحث المصادر
۸۳	❁ زیارتِ روضۂ رسول ﷺ پر مصادرِ علمیہ
۸۹	فصل چہارم حدیثِ مبارکہ لَا تُشَدُّ الرِّحَال کا صحیح مفہوم اور معترضین کے اشکالات کا جواب
۹۴	۱۔ مذکورہ احادیث کی تشریح وتوضیح
۹۷	۲۔ مذکورہ احادیث پر ائمہِ حدیث کی تحقیقات
۹۸	(۱) قاضی عیاضؒ کی تحقیق
۹۹	(۲) امام نوویؒ کی تحقیق
۱۰۱	(۳) امام سبکیؒ کی تحقیق
۱۰۲	(۴) امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تحقیق
۱۰۶	(۵) علامہ بدر الدین عینیؒ کی تحقیق
۱۰۹	(۶) امام سیوطیؒ کی تحقیق
۱۱۰	(۷) ملا علی قاریؒ کی تحقیق

صفحہ	مشتملات
۱۱۲	(۸) شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی تحقیق
۱۱۳	(۹) امام زرقانیؒ کی تحقیق
۱۱۴	۳۔ دیگر احادیثِ مبارکہ سے صحیح مؤقف کی تائید
۱۱۹	باب سوم
	زیارتِ صالحین
۱۲۱	۱۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا نبوی معمول
۱۲۲	۲۔ شیخین کے عمل سے زیارتِ صالحین کا ثبوت
۱۲۳	۳۔ فرامینِ رسول ﷺ سے زیارتِ صالحین کی فضیلت و ترغیب
۱۲۴	(۱) متعلقین کو اپنی ملاقات و زیارت کے لئے بلانا جائز ہے
۱۲۵	(۲) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا پہلا انعام
۱۲۷	(۳) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا دوسرا انعام
۱۲۸	(۴) زیارتِ صالحین رضائے الٰہی کا سبب
۱۲۹	۴۔ زیارتِ صالحین کے فیوض و برکات سے متعلق ائمہ کے اقوال
۱۳۳	۵۔ مقاماتِ مقدّسہ کی زیارات کے لئے سفر عمل مشروع ہے
۱۳۵	۶۔ متبرک مقامات کی زیارت ائمۂ دین کا پسندیدہ معمول

صفحہ	مشتملات
۱۳۶	(۱) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت
۱۳۶	(۲) امام شافعیؒ کا امامِ اعظمؒ کے مزار پر حاضری کا معمول
۱۳۷	(۳) امام احمدؒ بن حنبل کا زیارتِ صالحین کے لئے شام کا سفر
۱۳۷	(۴) امام ابنِ حبانؒ کا امام علیؒ رضا کے مزار پر حاضری کا معمول
۱۳۸	(۵) ابوالفرج ھندبائی کا امام احمدؒ بن حنبل کے مزار پر حاضری کا معمول
۱۳۹	(۶) عوام الناس کی سید المحدّثین امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری
۱۴۰	(۷) حضرت بشر حافیؒ کی زیارت کے لئے مشائخ کی حاضری
۱۴۰	(۸) مزارِ صالحین کی زیارت کے لئے بذریعہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب
۱۴۲	(۹) حضرت علیؒ بن محمد بن بشار کے مزار پر حاضری
۱۴۲	(۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد شافعیؒ کی زیارت کے لئے اکابر کی حاضری
۱۴۵	باب چہارم
	زیارتِ قبور کا شرعی تصور
۱۴۸	۱۔ احادیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا حکم
۱۴۸	(۱) زیارتِ قبور موت کی یاد دلاتی ہے
۱۴۹	(۲) زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے

مشتملات	صفحہ
(۳) زیارتِ قبور عملِ صالح ہے	۱۵۲
(۴) زیارتِ قبور باعثِ عبرت ہے	۱۵۳
(۵) زیارتِ قبور دنیا سے بے رغبتی کا باعث ہے	۱۵۴
۲۔ زیارتِ قبور کا نبوی معمول	۱۵۵
زیارتِ قبور کے حوالے سے حضور ﷺ کی تین سنتیں	۱۵۸
۳۔ زیارتِ قبور پر مذاہب اربعہ کا مؤقف	۱۵۸
(۱) زیارتِ قبور پر احناف کا مؤقف	۱۵۸
(۲) شوافع کا مؤقف	۱۶۴
(۳) مالکیہ کا مؤقف	۱۶۵
(۴) حنابلہ کا مؤقف	۱۶۵
۴۔ زیارتِ قبور سے متعلق چند قباحتیں	۱۶۷
۵۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم	۱۷۰
(۱) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز پر احادیث اور آثار	۱۷۱
(۲) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز اور عدم جواز پر ائمہ کی آراء	۱۷۳
(۳) عورتوں کی زیارتِ قبور میں احتیاط کے پہلو	۱۷۸
خلاصہ بحث	۱۷۹

پیش لفظ

سلسلہ عقیدۂ توحید کے ضمن میں ''زیارت'' اہل علم کے ہاں ایک اہم موضوع ہے۔ زیارت کا لفظ مقدس مقامات کی حاضری یا نیک اور صالح متقین سے ملاقات کے لئے مختص ہے۔

انبیاء اولیاء کی حیات میں ان کی زیارت و ملاقات جس طرح سعادت مندی اور نیکی کے زمرے میں آتا ہے اسی طرح ان پاکیزہ سیرت برگزیدہ ہستیوں کی وفات کے بعد ان کی قبور پر حاضری دینا، فاتحہ خوانی کرنا وہاں جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا تلاوتِ قرآن کا عمل کرنا بلاشبہ ایک مشروع اور مبارک عمل ہے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہوکر جنت البقیع میں زیارتِ قبور کے لئے باقاعدہ تشریف لے جاتے تھے، یہی عمل بعد میں صحابہ کرام تابعین اور صدیوں تک ائمہ دین متین کا معمول رہا۔

زیارت کی بات کرتے ہوئے سب سے پہلے زیارتِ رسول کا موضوع زیر بحث آتا ہے جو اہل ایمان کا محبوب ترین عمل ہے۔ زیارت زندہ شخصیت کی بھی ہوتی ہے اور کسی بزرگ کے مزار کی بھی۔ والدین کی بھی ہوتی ہے اور اساتذہ کی بھی علماء و مشائخ کی بھی ہوتی ہے اور دوست احباب کی بھی الغرض یہ ایسا جاری اور عام عمل ہے جس کی کئی صورتیں روزانہ خود بخود نکلتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس پہلو کو بھی فراموش نہیں کیا اور باقاعدہ ''زیارت'' کے حقوق آداب اور طریقے سکھائے گئے ہیں۔ فی زمانہ یہ عمل خیر افراط وتفریط کا شکار ہوکر بوجوہ متنازعہ ہو چکا ہے جس کی وجہ سے کئی لوگ اس کی بعض صورتوں کو شرک بھی کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ صدیوں سے جائز شرعی عمل کو شرک کہنا بذاتِ خود شرک

سے بڑا گناہ ہے۔

اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہر کام جب اپنی حدود و قیود میں رہے تو جائز اور منافع بخش رہتا ہے جیسے ہی اس کی حدودیں تجاوز ہوتا ہے تو لا محالہ اس میں قباحتیں در آتی ہیں چنانچہ زیارتِ قبور اگرچہ جائز مشروع اور صدیوں سے جاری نیک عمل ہے مگر اس کی بعض صورتیں اور نوعتیں واقعی قابل اصلاح ہیں۔ علماء و مبلغین کو چاہیے کہ وہ ان امور پر عوام کا رجحان دیکھنے کی بجائے شریعت کا حکم دیکھ کر فتویٰ دیں۔ قابل اصلاح امور کی نشاندہی کی جائے اور جہاں جائز اور مستحب امور کو شرک و بدعت قرار دیا جارہا ہے وہاں اس کی اصل صورت حال کو واضح کریں۔

زیرِنظر کتاب شیخ الاسلام کے سلسلہ عقیدۂ توحید کا حصہ ہے، جس میں بہت سے اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے اور بنیادی تصورات کو پوری علمی اور اعتقادی دیانت کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات مستند حوالے کے بغیر نہ کی جائے۔ کتاب کا نام ''زیارتِ قبور'' اس کے ایک بات کے عنوان سے مستعار لیا گیا ہے کیونکہ یہ عنوان زباں زدِ خاص و عام ہے اور اسی موضوع پر عوام الناس میں غلط فہمیاں بھی زیادہ پائی جاتی ہیں۔

قائد محترم کے دروس و خطابات کو ضروری تشریحات و تصریحات کے ساتھ آپ کے گوش گزار کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی جملہ صلاحیتوں سے نوازے اور اپنے انعام یافتہ بندوں کے نقشِ قدم کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت ارزاں نصیب فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

باب اَوّل

زِیارت کا معنی و مفہوم

اور

اُس کی اَقسام

زیارتِ قبور باعثِ اجر و ثواب عمل اور تذکیرِ آخرت کا اہم ذریعہ ہے۔ ائمہِ حدیث و تفسیر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک حسبِ استطاعت حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت واجب کے درجہ میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے اب تک اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے طبقات میں سے کسی نے درِ رسول ﷺ کی حاضری کو اپنے لیے دنیوی و اخروی سعادت نہ سمجھا ہو۔ پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی شخص متدین ہو، مبلغ ہو اور مسلم ہو لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانے میں عار محسوس کرے۔ بلکہ ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ دی، اسے علم کی دولت سے نوازا، اسے عقلِ سلیم اور قلبِ منیر سے فیضیاب فرمایا ہو اور وہ محبوبِ کبریا کی بارگاہِ اقدس میں جانے سے ہچکچائے۔ تاہم گزشتہ چند دھائیوں سے بعض لوگوں نے دین کی خودساختہ تشریح و تعبیر کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور، اولیاء وصالحین اور عامۃ الناس کی قبور کی زیارت کو بدعت، شرک اور ممنوع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ زیارتِ قبور کے بارے میں ایسا عقیدہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی رو سے صراحتاً غلط اور باطل ہے۔ اس ضمن میں بھی لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ زیارتِ قبور پر جانے والوں نے زیارت کے مقاصد بدل لیے اور عبرت کی بجائے سیر و تفریح کا ذریعہ بنا لیا تو مخالفین بھی اپنی حد سے ایک قدم آگے بڑھے اور انہوں نے جواز کو بوجوہ عدمِ جواز میں بدلا اور بعد ازاں اس عمل کو حرام اور شرک تک پہنچا دیا۔ دیگر مستحب اعمال کی طرح زیارتِ قبور کو بھی متنازعہ بنا دیا گیا اور نتیجتاً اس پر بھی بحث و مناظروں کا سلسلہ چل نکلا۔ دونوں طرف سے دلائل کے انبار لگ

گئے اور کتب مرتب ہونا شروع ہو گئیں۔ چنانچہ اس وقت ''توحید اور ردِ شرک'' کے اہم موضوعات میں سے زیارتِ قبور بھی ایک مستقل موضوع بن گیا ہے۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں اعتدال و توازن کی راہ پر چلتے ہوئے نفسِ مسئلہ کو سمجھا جائے۔ آئندہ صفحات میں قرآنی آیات اور احادیث سے براہ راست ہم زیارتِ قبور خصوصاً زیارتِ رسول ﷺ اور زیارتِ اولیاء پر روشنی ڈالیں گے۔ آیئے سب سے پہلے ہم زیرِ نظر باب میں زیارت کا معنی و مفہوم اور اس کی اقسام سمجھ لیں۔

ا۔ زیارت کا لغوی معنی و مفہوم

عربی لغت میں ہر لفظ کا مادہ کم از کم سہ حرفی ہوتا ہے جس سے باقی الفاظ مشتق اور اخذ ہوتے ہیں۔ عربی لغت کے اعتبار سے زیارت کا معنی دیکھیں تو یہ لفظ زَارَ، یَزُوْرُ، زَوْرًا سے بنا ہے۔ جس کے اندر ملنے، دیکھنے، نمایاں ہونے، رغبت اور جھکاؤ کے معانی پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی کی ملاقات کے لئے جائے تو اس میں اس شخص یا مقام کی طرف رغبت، رجحان اور جھکاؤ بھی پایا جاتا ہے اور بوقت ملاقات رؤیت بھی ہوتی ہے اس لئے اس عمل کو زیارت بھی کہا جاتا ہے۔ ائمہِ لغت نے زَور کے درج ذیل معانی بیان کئے ہیں:

ا۔ زَارَ، یَزُوْرُ، زَوْرًا، أی لَقِیَهُ بِزَوْرِهِ، أوْ قَصَدَ زَوْرَهُ أی وِجْهَتَهُ.(۱)

''زَارَ یَزُوْرُ زَوْرًا کا معنی ہے: اس نے فلاں شخص سے ملاقات کی یا فلاں کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔''

۲۔ زَارَ یَزُوْرُ زِیَارَةً وَ زَوْرًا وَ زُوَارًا و زُوَارَةً وَمَزَارًا أتاهُ بِقَصْدِ اللقاء وُهو مأخوذ من الزَوْرِ للصدر أو المَیْل.(۲)

---

(۱) زبیدی، تاج العروس، ۶: ۴۷۷

(۲) بطرس بستانی، محیط المحیط: ۳۸۴

’’زیارت کا معنی ہے کسی سے ملنے کے لئے آنا۔ یہ لفظ زَور سے نکلا ہے جس کا معنی ہے سینہ کی ہڈیوں کی ملنے کی جگہ یا میلان، رجحان اور رغبت۔‘‘

۳۔ ’’محیط المحیط (ص: ۳۸۴)‘‘ میں زیارت کا معنی یوں بھی لکھا ہے:

الزِّيارة مصدر و إسم بمعنى الذهاب إلى مكان للاجتماع بأهله كزيارة الأحبة و للتبرّك بما فيه من الآثار كزيارة الأماكن.

’’لفظ زیارۃ مصدر بھی ہے اور اسم بھی۔ جس کا معنی کسی جگہ اہالیان سے ملنے کے لئے جانا جیسے دوست احباب کی ملاقات یا دوسرا معنی کسی جگہ موجود آثار سے حصول برکت کے لئے جانا جیسے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے جانا۔‘‘

۴۔ لغت کی معروف کتاب ’’المصباح المنير‘‘ میں لکھا ہے:

والزِّيارة فى العرف قصد المزور! كرامًا له و استئناسا به. (۱)

’’عرفِ عام میں زیارت سے مراد کسی شخص کے ادب و احترام اور اس سے محبت کی بناء پر اس کی ملاقات کے لئے جانا۔‘‘

اسی سے مَزَار ہے۔ جس کا معنی ہے وہ جگہ جس کی زیارت کی جائے۔ ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں:

وَالمَزَارُ موضع الزيارة. (۲)

’’مزار سے مراد زیارت کرنے کا مقام ہے۔‘‘

اسی سے زَائِر بھی ہے جس کا معنی ہے: زیارت کے لئے جانے والا شخص یا ملاقاتی۔

---

(۱) فیومی، المصباح المنير فى غريب شرح الكبير للرافعی، ۱: ۲۶۰
(۲) ابن منظور إفريقی، لسان العرب، ۴: ۳۳۳

۲۔ زیارت کا شرعی معنی و مفہوم

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ذواتِ عالیہ اور مقاماتِ مطہرہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی نعمت و رحمت سے نوازا ہے اور اِن کو دیگر مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ ان بابرکت ذوات اور اماکنِ مقدسہ پر حاضری کیلئے جانا مشروع، مسنون، مندوب اور مستحب عمل ہے، عرفِ عام میں اسی کو ''زیارت'' کہا جاتا ہے۔

۳۔ زیارت کی اَقسام

دینِ اسلام میں زیارت کا اس قدر جامع تصور ہے کہ ہر واجب الاحترام شخصیت، متبرک چیز اور مقام کو صرف اور صرف دیکھنا ہی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

النظر إلی الوالد عبادة، والنظر إلی الکعبة عبادة، والنظر في المصحف عبادة، والنظر إلی أخیک حباً له في الله عبادة.(۱)

''والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے، کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن حکیم کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اپنے بھائی کی طرف رضائے الٰہی کے لئے محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔''

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کی طرف دیکھنے کو عبادت فرمایا یہ دراصل زیارت کی مختلف اقسام ہیں۔ ذیل میں ہم اس حدیث سمیت دیگر نصوص کی روشنی میں زیارت کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں جن میں سرِفہرست زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

(۱) بیهقی، شعب الإیمان، ۷: ۱۸۷، رقم: ۸۷۶۰

(۱) زیارتِ رسول ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بحالتِ ایمان آپ ﷺ کی زیارت کرنا افضل ترین عمل تھا۔ ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت کرنے والے خوش نصیب لوگوں کو ہی مرتبہ صحابیت پر فائز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ یہ اتنا عظیم شرف اور امتیاز ہے جس پر قیامت تک کوئی اور شخص فائز نہیں ہوسکتا بے شک وہ پوری زندگی عبادت و ریاضت میں کیوں نہ صرف کر دے۔ ایسے خوش نصیب شخص کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي.(۱)

”اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔“

اسی طرح بعد از وصال زیارتِ رسول ﷺ کی شرعی حیثیت پر بھی اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ بعض ائمہ احناف اور مالکیہ کے علاوہ دیگر اہلِ سنت وجماعت کے مکاتب و مذاہب بھی اسے بعض حالات میں واجب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○(۲)

”اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ وصحبه، ۵: ۶۹۴، رقم: ۳۸۵۸

(۲) النساء، ۴: ۶۴

خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo‘‘

درجِ بالا آیتِ مبارکہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا اطلاق صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تک تھا بلکہ جس طرح قرآن کے تمام احکام قیامت تک کے لئے ہیں اسی طرح اس آیتِ مبارکہ کا اطلاق بھی حضور ﷺ کی ذاتِ مطہرہ پر قیامت تک کے لئے ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے روضۂ اَطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي.(۱)

’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی قبرِ انور کی زیارت کرنے کی بڑی ترغیب دلائی ہے جس پر تفصیلی بحث اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

(۲) زیارتِ اولیاء و صالحین

اللہ تعالیٰ کے مقرب اور محبوب بندوں کی زیارت و ملاقات کے لئے جانا، عند اللہ محبوب عمل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے ثابت ہے کہ صالحین کی

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن ۲:۲۷۸

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۴۹۰، رقم: ۴۱۵۹، ۴۱۶۰

۳۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۲:۶۷

زیارت اور ملاقات کو جانا چاہیے۔

۱۔ قرآن مجید میں اللہ ﷻ نے سورۃ الکہف[1] میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت اور اُن کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا شمار اللہ جل جلالہ کے صالحین اور مقرب بندوں میں ہوتا ہے جس سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے علم سے استفادہ کے لئے خصوصی طور پر بھیجا گیا۔

اولیاء وصالحین کی زیارت کرنا مسنون عمل ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ طیبہ اور فرامینِ مبارکہ سے بھی اولیاء، صالحین، کامل مؤمنین اور متقین کی زیارت کو جانا ثابت ہے۔

۲۔ اللہ ﷻ کی رضا وخوشنودی کی خاطر کسی کی زیارت و ملاقات محبتِ الٰہی کا باعث ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیثِ قدسی بیان کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ.[2]

”میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی جو صرف میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں، میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔“

---

(۱) الکہف، ۱۸: ۶۰۔۸۲

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳

۳۔ حضرت رزین بن حبش سے روایت ہے، کہتے ہیں:

أَتَيْنَا صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ، فَقَالَ: أَزَائِرِيْنَ؟ قُلْنَا: نَعَمْ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ زَارَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ خَاضَ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ، وَمَنْ عَادَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنُ خَاضَ فِي الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ.(۱)

’’ہم حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، وہ پوچھنے لگے: ملاقات کرنے آئے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ اس پر انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص اپنے مومن بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے وہ واپسی تک جنت کے باغوں میں (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) مستفید ہوتا رہتا ہے، اور (اسی طرح) جو بندہ اپنے مومن بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے وہ بھی واپسی تک جنت کے باغوں میں رہتا ہے۔‘‘

زیارتِ صالحین کی مزید تفصیلات اس عنوان کے تحت آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) زیارتِ اَماکنِ مقدسہ

شریعتِ اسلامیہ میں مقدس مقامات کی زیارت کو جانے کی بھی اجازت ہے۔ ان بابرکت مقامات میں روئے زمین کی تمام مساجد، خصوصاً مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ قباء اور بعض مقدس اماکن مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، فلسطین، شام اور یمن شامل ہیں۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم ﷺ، دیگر انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کے مقاماتِ ولادت

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸:۶۷، رقم: ۷۳۸۹
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۵:۸۹
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۲: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۸

اور وصال کی زیارت کرنا بھی از روئے شرع جائز ہے۔

(۴) زیارتِ والدین

ایک اسلامی معاشرے میں والدین کا مقام و مرتبہ اتنا اونچا اور بلند ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنے شکر کے ساتھ ہی والدین کے شکر کا بھی حکم دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُo(۱)

''تو میرا (بھی) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہےo''

حج اور جہاد جیسے فرائض پر بھی خدمتِ والدین کو ترجیح حاصل ہے۔ وہ اولاد نیک اور سعادت مند ہے جو اپنے والدین کی فرماں بردار ہو۔ ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلوک کرے اور جنت کی مستحق ٹھہرے۔ والدین کی زیارت مندوب و مستحب عمل ہے اور ان کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہمیں اس امر کی ترغیب ملتی ہے کہ زیارتِ والدین عملِ خیر اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً. قَالُوْا: وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ.(۲)

---

(۱) لقمان، ۱۴:۳۱

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۱۸۶، رقم: ۷۸۵۶

۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۵: ۲۶۴

’’کوئی بھی سعادت مند بیٹا اپنے والدین کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر بار دیکھنے کے بدلے مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگرچہ کوئی شخص ہر روز ایک سو مرتبہ والدین کی زیارت کرے (تو بھی اسے اتنا ہی اجر ملے گا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ہاں ایسا ہی ہر مرتبہ ثواب ملے گا کیونکہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔‘‘

حضرت محمد بن نعمان سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَ كُتِبَ بَرًّا.(۱)

’’جس شخص نے ہر جمعۃ المبارک کو اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اس کا نام نیکوکاروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘

(۵) زیارتِ اَحباب اور متعلقین

کسی شخص کا اپنے اَعزّہ و اَقارب، دوست احباب اور ہمسایوں کی ملاقات اور زیارت کے لئے جانا اور ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کی عزت و احترام کرنا شرعاً مستحسن عمل ہے جو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يُكْثِرُ زِيَارَةَ الْأَنْصَارِ خَاصَّةً وَعَامَّةً فَكَانَ

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۸۵

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۲۰۱

۳۔ سیوطی، الدر المنثور، ۵: ۲۶۷

إِذَا زَارَ خَاصّةً أَتَی الرَّجُلَ فِي مَنْزِلِهِ وَإِذَا زَارَ عَامَّةً أَتَی الْمَسْجِدَ.(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ انصار کے خواص اور عوام کو اکثر شرفِ ملاقات بخشا کرتے تھے۔ جب کسی خاص آدمی سے ملاقات ہوتی تو اسے اپنے دولت کدے پر بلا لیتے اور جب عام لوگوں سے ملاقات مقصود ہوتی تو مسجد میں تشریف لے آتے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْ زَارَ أَخًا لَهُ فِي اللهِ نَادَاهُ مُنَادٍ بِأَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.(۲)

’’جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جائے یا محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے کسی دینی بھائی کی زیارت کے لئے جائے تو اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے، تو پاک ہو، تیرا چلنا مبارک ہو، تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔‘‘

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ أَتَی أَخَاهُ لَهُ يَزُوْرُهُ فِي اللهِ إِلَّا نَادَاهُ مَلَکٌ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ طِبْتَ وَطَابَتْ لَکَ الْجَنَّةُ وَإِلَّا قَالَ اللهُ فِي مَلَکُوْتِ عَرْشِهِ (عَبْدِي) زَارَ فِيَّ، وَعَلَيَّ قِرَاهُ، فَلَمْ أَرْضَ لَهُ بِقِرًی دُوْنَ

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في زيارة الأخوان، ۴: ۳۶۵، رقم: ۲۰۰۸

۲۔ ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۹۰، رقم: ۵۵۲۱

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۰۳، رقم: ۹۰۲۶

الْجَنَّةِ. (۱)

’’جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے کسی مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہے، تو پاکیزہ ہو گیا، تجھے جنت مبارک ہو، اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی بادشاہی میں ارشاد فرماتا ہے: میرا بندہ میری خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے آیا ہے اب اس کا اعزاز واکرام میرے ذمہ ہے۔ اس کے بدلے میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی اور بدلہ پر راضی نہ ہوں گا۔‘‘

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلاَ أُخبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ فِي الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَالصِّدِّيْقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ. وَالرَّجُلُ يَزُوْرُ أَخَاهُ فِي نَاحِيَةِ الْمِصْرِ لَا يَزُوْرُهُ إِلَّا لِلّٰهِ فِي الْجَنَّةِ. (۲)

’’کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیھم السلام جنت میں ہوں گے،

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۱۶۶، رقم: ۴۱۴۰
۲۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۷: ۲۳۷، رقم: ۲۶۷۹
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۴۷، رقم: ۳۸۹۰
۴۔ أبو نعيم الأصبهانی، حلية الأولياء، ۳: ۱۰۷

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۰۶، رقم: ۱۷۴۳
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۹۴، رقم: ۹۰۲۸
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۴۷، رقم: ۳۸۹۳

صدیق جنت میں ہوں گے، شہید جنت میں ہوں گے، نابالغ بچے جنت میں ہوں گے اور وہ شخص جنت میں ہوگا جو محض رضائے الٰہی کے لئے اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے شہر کے دور دراز محلے میں گیا۔‘‘

۵۔ حضرت ابورزین العقیلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَا أَبَا رُزَیْنٍ! إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا زَارَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، شَیَّعَهُ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَکٍ، یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ یَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ کَمَا وَصَلَهُ فِیْکَ فَصِلْهُ.[1]

’’اے ابورزین جب مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں جو اس کے لئے (یہ) دعا کرتے ہیں: یا اللہ! جس طرح اس بندے نے تیری رضا کے لئے اپنے بھائی سے ملاقات کی تو بھی اس سے راضی ہو جا۔‘‘

(۶) زیارتِ قبور

قبور کی زیارت کرنا باعثِ اجر و ثواب اور تذکیرِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ ائمۂ حدیث و تفسیر نے شرح و بسط کے ساتھ اس کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔ ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جمیع مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا معمول مبارک بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، انہیں سلام کہتے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے۔

زِیارت منافیٔ توحید نہیں

ہم نے اپنی کتاب ’’کتاب التوحید (جلد اوّل)‘‘ میں توحید اور شرک کی تقابلی بحث میں اس بات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ کسی عمل کا شرک ہونے کے لئے لازم

(۱) طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۱۷۶، ۱۷۷، رقم: ۸۳۲۰

۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۴

ہے کہ وہ توحید کے معروف اقسام میں سے کسی کے مقابلے میں آئے ورنہ ہر عمل شرک نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ مزارات انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کی حاضری و زیارت کو خلافِ توحید سمجھتے ہیں اور اسے شرک گردانتے ہیں حالانکہ کسی مزار کی زیارت کرنا اس بات کا صریح اعلان ہے کہ ہم کسی ایسی ہستی کی قبر کی زیارت کر رہے ہیں جو اس دنیا میں زندہ نہ رہا۔ اللہ ﷻ کی ذات موت سے پاک ہے۔ وہ حيّ و قيّوم ہے۔ وہ ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔ اس ذاتِ قادر و قیوم کے بارے میں موت کا تصور بھی ممکن نہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ.[1]

”اللہ، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں (وہ) ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے (سارے عالم کو اپنی تدبیر سے) قائم رکھنے والا ہے۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنا اس کی خاص صفت ہے۔ مخلوق میں سے کوئی اس صفت سے متصف نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی کسی اور کے لئے اس طرح کی صفات کا اثبات کرے گا تو یقیناً شرک کا مرتکب ہو گا۔ فوت شدہ شخص اپنے تقویٰ طہارت اور للّٰہیت کی وجہ سے صالح بزرگ تو ہوسکتا ہے لیکن خدا اور معبود نہیں۔

مسلمانوں کا اپنے فوت شدگان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا وہاں ان کے لئے دعا اور فاتحہ کرنا دراصل اس چیز کا اقرار ہے کہ یہ خدا نہیں تھے۔ اسی طرح سید العالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ کی حاضری بھی اس چیز کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب نبی ہیں، اس کے شریک نہیں۔

آئندہ ابواب میں ہم اِن شاء اللہ تبارک وتعالیٰ زیارتِ رسول ﷺ، زیارتِ اولیاء و صالحین اور زیارتِ قبور پر تفصیلی بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اِن پر وارد ہونے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات بھی دیں گے۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۲

باب دُوُم

زِیارتِ رسول ﷺ

فصل اوّل: حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

فصل دوم: بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

فصل سوم: زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت

فصل چہارم: لاَ تُشَدُّ الرِّحَال کا صحیح مفہوم

فصل اوّل

حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوّل تا آخر محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پرواتھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزیز جانتے تھے۔ ان کی اسی طاقت نے انہیں ہر طوفان سے ٹکرانے اور ہر مشکل سے سرخرو ہونے کا ہنر سکھایا۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔ اُن کی محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے ہی اپنی بھوک پیاس کو بجھالیتے تھے اور حالتِ نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکتے رہتے تھے۔

کتبِ احادیث و سیر میں متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آئے۔ یہ واقعات اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے زندگی کی حرارت پاتے تھے۔ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت وسکون بہم پہنچاتے رہیں۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۔ صحابہ کی نماز اور زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسین منظر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرہ مبارک سے

باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ زیارتِ رسول ﷺ سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ ﷺ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے۔ پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آپ ﷺ حجرہ مبارک سے مسجدِ نبوی میں جھانک کر گویا اپنے غلاموں کو صدیق کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اظہارِ اطمینان فرما رہے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فکشف النبي ﷺ ستر الحجرة، ینظر إلینا وھو قائمٌ، کأن وجھه ورقة مصحف، ثم تبسّم.(۱)

’’نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ (ہم نے جب آپ ﷺ کی زیارت کی تو یوں لگا) جیسے آپ ﷺ کا چہرۂ انور کھلا ہوا قرآن ہو، پھر مسکرائے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أھل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۰، رقم: ۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱: ۳۱۵، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، ۱: ۵۱۹، رقم: ۱۶۲۴
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۶۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبي ﷺ، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظنّ أن النّبيّ ﷺ خارج إلى الصلوٰة.(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہوجائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔‘‘

ان پرکیف لمحات کی منظر کشی رِوایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبي ﷺ ما نظرنا منظرًا كان أعجب إلينا من وجه النبي ﷺ حين وضح لنا.(۲)

’’جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔‘‘

مسلم شریف میں **فهممنا أن نفتتن** کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۰، رقم: ۶۴۸
۲۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۱، رقم: ۶۴۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱: ۳۱۵، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۲: ۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸

فبهتنا ونحن فی الصلوة، من فرح بخروج النبي ﷺ.[1]

’’ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔‘‘

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

۲۔ زیارتِ رسول ﷺ سے بھوک کا مداوا

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت صحابہ کرام کے لئے اتنی بڑی قوت اور سعادت تھی کہ یہ بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بھی بنتی تھی۔ چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد قلب ونظر میں اترنے والے کیف کے سامنے بھوک و پیاس کے احساس کی کیا حیثیت تھی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کا شانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ

لا یخرج فیها و لا یلقاه فیها أحد.

’’آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ ﷺ سے ملاقات کرتا۔‘‘

دراصل ہوا یوں تھا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ سفر اور یارِ غار سے پوچھا:

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر، ۱: ۳۱۵، رقم: ۴۱۹

ما جاء بک یا أبا بکر؟

’’اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟‘‘

اس وفا شعار پیکرِ عجز و نیاز نے از راہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقی رسول الله ﷺ وأنظر فی وجهه و التسلیم علیه.

’’یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ نبیٔ رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بک یا عمر؟

’’اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟‘‘

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے حسبِ معمول لگی لپٹی کے بغیر عرض کی:

الجوع، یا رسول الله. (۱)

’’یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضی اللہ عنہ جاء لیتسلی بالنظر فی وجه رسول الله ﷺ کما

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزهد، باب فی معیشة أصحاب النبي ﷺ، ۴: ۵۸۳، رقم: ۲۳۶۹

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیة، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸

كان يصنع أهل مصر فى زمن يوسف عليه السلام، و لعل هذا المعنى كان مقصود أبى بكر رضی اللہ عنہ و قد أدى بالطف وجه كأنه خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، وخرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج فى هذا الوقت لانجاح مطلوبه.[1]

’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر مزاج شناس نبوت نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نورِ نبوت کی وجہ سے ان کا مدعا بھی آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔‘‘

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں جاں نثاروں کی حالت سے باخبر ہونے پر اپنی زیارت کے طفیل ان کی بھوک ختم فرما دی۔ یہ واقعہ باہمی محبت میں اخلاص اور معراج کا منفرد انداز لیے ہوئے ہے۔

۳۔ ٹکٹکی باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیٔ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

جمالِ مصطفیٰ ﷺ میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اُٹھی کی اُٹھی رہ جاتیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رجل عند النبي ﷺ ينظر إليه لا يطرف.

حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

ما بالک؟

’’اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟‘‘

اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بأبی و أمی! أتمتع من النظر إليک. (۱)

’’میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔‘‘

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خودسپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتے۔

۴۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہشِ زیارت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا؟ اس کا

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۶

۲۔ قسطلانی، المواهب اللدنية، ۲:۹۴

اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول الله ﷺ، و إنفاق مالي علی رسول الله ﷺ، و أن يكون ابنتي تحت رسول الله ﷺ. (۱)

’’آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔‘‘

۵۔ شیخین رضی اللہ عنہما کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر شخصیات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان يخرج علی أصحابه من المهاجرين والأنصار، وهم جلوس وفيهم أبوبكر وعمر، فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبوبكر وعمر، فإنهما كانا ينظران إليه وينظر

(۱) ابن حجر، منبهات: ۲۱-۲۲

إليهما ويتبسّمان إليه ويتبسّم إليهما.(۱)

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ کرتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور حضور ﷺ بھی ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔‘‘

۶۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیتِ اِضطراب

یوں تو حضور نبی اکرم ﷺ کے دیدار کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض گزاری:

إني إذا رأيتک طابت نفسي و قرّت عيني، فأنبئني عن کل شئ، قال: کل خلق اللہ من الماء.(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بکر وعمر کلیهما، ۵: ۶۱۲، رقم: ۳۶۶۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۰
۳۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۷۵، رقم: ۲۰۶۴

(۲) ۱۔ احمد بن حبنل، المسند، ۲: ۳۲۳
۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸ ←

”جب میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر کوئی فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھا اُن کا جینا مرنا، عبادت ریاضت، جہاد تبلیغ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ منسوب تھا۔ اس لئے وہ اپنے آقا و مولا سے ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے اور ہر لمحہ حضور ﷺ کی زیارت میں مست و بےخود رہتے۔

------ ۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹

فصل دوم

بعد اَز وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول

گزشتہ فصل میں مذکور واقعات سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح و شام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور دیدار سے اپنے مضطرب قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہے اُن کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا رہتی تھی کہ اُن کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی اُن سے جدا نہ ہو پس جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیاتِ محبت کا والہانہ اظہار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں ہوا، اسی طرح بعد از وصال بھی وہ دیوانہ وار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے اور اس حاضری میں بھی ان کی کیفیات دیدنی ہوتیں۔ یعنی ادبِ بارگاہِ رسالت کے ساتھ ساتھ محبت اور عشق کی تمام تر بے قراریاں، جذب وشوق اور کیفیتِ فراق اور غمِ ہجر کی لذتیں ان کے ایمان کو جلا بخشتی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے حوالہ سے صحابہ کرام کے ان ہی کیفیاتِ شوق پر مبنی معمولات درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت کعب الاحبار کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

هل لک أن تسيرمعي إلى المدينة فنزور قبر النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتتمتع بزيارته، فقلت نعم يا أمير المؤمنين.

''کیا آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟'' تو انہوں نے کہا: ''جی! امیر المؤمنین۔''

پھر جب حضرت کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے مدفن مبارک پر کھڑے ہوکر اُن کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (۱)

۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ آپ اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِى دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ أَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُوْلُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَ اللهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَ أَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ. (۲)

''میں اس مکان میں جہاں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد گرامی مدفون ہیں جب داخل ہوتی تو یہ خیال کرکے اپنی چادر (جسے بطور برقع اوڑھتی وہ) اتار دیتی کہ یہ میرے شوہرِ نامدار اور والدِ گرامی ہی تو ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر کپڑا لپیٹے کبھی داخل نہ ہوئی۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضۂ اقدس پر حاضری کا ہمیشہ معمول تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لئے قبرِ انور پر حاضر ہوکر توسل کرنے کی تلقین فرمائی۔ امام دارمی صحیح اِسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ:

---

(۱) ۱۔ واقدی، فتوح الشام، ۱: ۲۴۴
۲۔ ہیتمی، الجوھر المنظم: ۲۷۔ ۲۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۰۲
۲۔ حاکم، المستدرك، ۳: ۶۱، رقم: ۴۴۰۲
۳۔ مقریزی، اِمتاعُ الاسماع، ۱۴: ۶۰۷

انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ، حَتَّى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، قَالَ: فَفَعَلُوا فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ ’’عَامَ الْفَتْقِ‘‘. (۱)

’’ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دِگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک روشندان آسمان کی طرف کھولو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اتنی زور دار بارش ہوئی جس کی وجہ سے خوب سبزہ اُگ آیا اور اُونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ پس اُس سال کا نام ہی ’’عامُ الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال)‘‘ رکھ دیا گیا۔‘‘

ثابت ہوا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک کو وسیلہ بنانے کی ہدایت فرمائی، جس سے اُن پر طاری شدید قحط ختم ہوگیا، اور موسلا دھار بارش نے ہر طرف بہار کا سماں پیدا کر دیا۔ جہاں انسانوں کو غذا ملی وہاں جانوروں کو چارا ملا، اِس بارش نے اہلِ مدینہ کو اتنا پر بہار اور خوشحال بنا دیا کہ انہوں نے اس پورے سال کو ’عام الفتق (سبزہ اور کشادگی کا سال)‘ کے نام سے یاد کیا۔

بعض لوگوں نے اس رِوایت پر اعتراضات کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی سند کمزور ہے لہٰذا یہ روایت بطورِ دلیل پیش نہیں کی جا سکتی لیکن مستند علماء نے

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۵۶، رقم: ۹۲

۲۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی: ۸۱۷۔ ۸۱۸، رقم: ۱۵۳۴

۳۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۱۲۸

اِسے قبول کیا ہے اور بہت سی ایسی اسناد سے استشہاد کیا ہے جو اس جیسی ہیں یا اس سے کم مضبوط ہیں۔ لہٰذا اس روایت کو بطورِ دلیل لیا جائے گا کیونکہ امام نسائی کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تمام محدّثین ایک راوی کی حدیث کے ترک پر متفق نہ ہوں، اس کی حدیث ترک نہ کی جائے۔(۱)

ایک اور اعتراض اس روایت پر یہ کیا جاتا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی صرف صحابیہ تک پہنچتی ہے، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، حضور ﷺ کا فرمان نہیں ہے۔ اس لئے اگر حضرت عائشہؓ تک اس کی اسناد صحیح بھی ہوں تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ذاتی رائے پر مبنی ہے اور بعض اوقات صحابہ کی ذاتی رائے صحیح ہوتی ہے اور بعض اوقات اس میں صحت کا معیار کمزور بھی ہوتا ہے، لہٰذا ہم اس پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔

اس بے بنیاد اعتراض کا سادہ لفظوں میں جواب یہ ہے کہ نہ صرف اس روایت کی اسناد صحیح اور مستند ہیں بلکہ کسی بھی صحابی نے نہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تجویز کردہ عمل پر اعتراض کیا اور نہ ہی ایسا کوئی اعتراض مروی ہے جس طرح حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس آدمی پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا جو قبرِ مصطفیٰ ﷺ پر آ کر بارش کے لیے دعا کرتا ہے۔ یہ روایتیں صحابہ کا اجماع ظاہر کرتی ہیں اور ایسا اجماع بہر طور مقبول ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس عمل کو ناجائز یا بدعت نہیں کہہ سکتا کہ جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سکوت نے جائز یا مستحب قرار دیا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے لزوم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

رأيهم لنا خير من رأينا لأنفسنا.(۲)

”ہمارے لیے ان کی رائے ہمارے بارے میں ہماری اپنی رائے سے بہتر ہے۔“

علامہ ابنِ تیمیہ نے اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں روضۂ اقدس کی چھت میں اس طرح کا

---

(۱) عسقلانی، شرح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر: ۲۳۳
(۲) ابن قیم، أعلام الموقعين عن ربّ العالمين، ۲: ۱۸۶

کوئی سوراخ موجود نہیں تھا۔ یہ اعتراض کمزور ہے کیونکہ امام دارمی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ وعلماء اس طرح کی تفصیل متأخرین سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ مثال کے طور پر مدنی محدّث ومؤرخ امام علی بن احمد سمہودی نے علامہ ابنِ تیمیہ کے اعتراض کا ردّ اور امام دارمی کی تصدیق کرتے ہوئے ''وفاء الوفاء (۲:۵٦۰)'' میں لکھا ہے:

''زین المراغی نے کہا: 'جان لیجئے کہ مدینہ کے لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضۂ رسول کے گنبد کی تہہ میں قبلہ رُخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے دور میں بھی مقصورہ شریف، جس نے روضہ مبارک کو گھیر رکھا ہے، کا باب المواجہ یعنی چہرۂ اقدس کی جانب کھلنے والا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور لوگ وہاں (دعا کے لیے) جمع ہوتے ہیں۔''(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس جاکر آپ ﷺ کے توسُّل سے دعا کرنے کا معمول عثمانی ترکوں کے زمانے یعنی بیسویں صدی کے اوائل دور تک رائج رہا، وہ یوں کہ کہ جب قحط ہوتا اور بارش نہ ہوتی تو اہلِ مدینہ کسی کم عمر سید زادہ کو وضو کروا کر اوپر چڑھاتے اور وہ بچہ اس رسی کو کھینچتا جو قبرِ انور کے اوپر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق سوراخ کے ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے لٹکائی ہوئی تھی۔ اس طرح جب قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے:

السّلام علیک یا رسول اللہ! السّلام علیک یا أبا بکر! السّلام

(۱) سمہودی، وفاء الوفاء، ۲: ۵٦۰

علیک یا أبتاه![1]

’’اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلامتی ہو، اے ابوبکر! آپ پر سلامتی ہو، اے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔‘‘

قاضی عیاض نے ’’الشفاء (۲:۶۷۱)‘‘ میں جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سو (۱۰۰) سے زائد مرتبہ قبرِ انور پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا، اور مقریزی نے بھی ’’اِمتاع الاسماع (۱۴: ۶۱۸)‘‘ میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن الحاج مالکی نے ’’المدخل (۱: ۲۶۱)‘‘ میں اِس کی تائید کی ہے۔ علاوہ ازیں ابنِ حجر مکی نے ’’الجوهر المنظم (ص: ۲۸)‘‘ اور زرقانی نے ’’شرح المواهب اللدنية (۱۲: ۱۹۸)‘‘ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو مسجدِ (نبوی) میں داخل ہوتے اور یوں سلام عرض کرتے:

السّلام علیک یا رسول الله! السّلام علی أبي بکر! السّلام علی أبي.

’’اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلام ہو، ابوبکر پر سلام ہو (اور) میرے والد پر بھی سلام ہو۔‘‘

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر دو رکعات نماز ادا فرماتے۔[2]

---

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۶، رقم: ۶۷۲۴

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۲۸، رقم: ۱۱۷۹۳

۳۔ بيهقي، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۵، رقم: ۱۰۰۵۱

(۲) ۱۔ ابن إسحاق أزدي، فضل الصّلاة علی النبي ﷺ: ۹۰۔ ۹۱، رقم: ۹۷۔۹۸

۲۔ ابن حجر عسقلانی نے ”المطالب العالية (۱: ۳۷۱، رقم: ۱۲۵۰)“ میں عمر بن محمد کی اپنے والد سے نقل کردہ روایت بیان کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں:

رَأیتُ أنَس بن مَالِک أتی قَبْر النَّبي ﷺ فوقف فرفع یدیه حتی ظننتُ أنه افتتح الصّلاة فسلّم علی النّبيّ ﷺ ثم انصرف.(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آتے دیکھا، انہوں نے (وہاں آ کر) توقف کیا، اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ شاید میں نے گمان کیا کہ وہ نماز ادا کرنے لگے ہیں۔ پھر انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا، اور واپس چلے آئے۔‘‘

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھی مسجدِ نبوی میں آتے تھے۔

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا معمول

امام محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ کے قریب روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے:

هاهنا تسکب العبرات، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَا بَیْنَ قَبْرِي وَمِنبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ.(۲)

’’یہی وہ جگہ ہے جہاں (فراقِ مصطفیٰ ﷺ) میں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۴
۲۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۶۷۱
۳۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۸

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۳
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸۹
۳۔ أبو یعلی، المسند، ۲: ۱۹۰، رقم: ۱۷۷۸

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم

عاشقِ مصطفیٰ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وِصال مبارک کے بعد یہ خیال کر کے شہرِ دلبر ...... مدینہ منورہ ...... سے شام چلے گئے کہ جب یہاں حضور ﷺ ہی نہ رہے تو پھر اِس شہر میں کیا رہنا! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرورِ دو عالم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا:

ما هذه الجفوة، يا بلال؟ أما آن لک أن تزورني؟ يا بلال!.

’’اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم ہم سے ملاقات کرو؟‘‘

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَشک بار ہو گئے۔ خواب میں حضور ﷺ کے اس فرمان کو حکم سمجھا اور مدینے کی طرف رختِ سفر باندھا، اُفتاں و خیزاں روضۂ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری دی اور بے چین ہوکر غمِ فراق میں رونے اور اپنے چہرے کو روضۂ رسول ﷺ پر ملنے لگے۔(۱)

۷۔ حضرت ابو ایوب اَنصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت داؤد بن صالح سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم روضۂ رسول ﷺ کے پاس آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خير الأنام: ۳۹
۲۔ ابن حجر مکی، الجوهر المنظم: ۲۷
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱: ۳۵۸
۴۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۷: ۱۳۷
۵۔شوکانی، نيل الأوطار، ۵: ۱۸۰

پُرنور ﷺ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اسے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے جواب دیا:

نَعَمْ، جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ لَمْ آتِ الْحَجَرَ. (۱)

''ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں)، میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔''

امام احمد بن حنبل کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۸۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ نبوت میں سلام

یزید بن ابی سعید المقبری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ جب میں نے انہیں الوداع کہا تو انہوں نے فرمایا: مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، پھر فرمایا:

إذا أتيت المدينة ستری قبر النّبيّ ﷺ، فأقرئه منّي السّلام. (۲)

''جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوں تو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر حاضری دے کر میری طرف سے (آپ ﷺ کی خدمت میں) سلام (کا تحفہ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۲۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۶۰، رقم: ۸۵۷۱
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۵۸، رقم: ۳۹۹۹

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۲، رقم: ۴۱۶۶۔۴۱۶۷
۲۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۶۷۰
۳۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۸
۴۔ ابن حاج، المدخل، ۱: ۲۶۱
۵۔ قسطلانی، المواهب اللدنیة، ۴: ۵۷۳

ونذرانہ) پیش کر دیجئے گا۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے:

كان عمر بن عبد العزيز يوجه بالبريد قاصدًا إلى المدينة ليقرى عنه النبي ﷺ. (۱)

’’حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ایک قاصد کو شام سے بارگاہِ نبوی ﷺ میں اپنی طرف سے درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک صحابیہ آئی جو حضور ﷺ کے فراق میں گھائل تھی۔ اُس نے آپ ﷺ کی قبرِ مبارک کی زیارت کرنے کی درخواست کی۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے وقت وہ عورت اِتنا روئی کہ اُس نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔(۲)

درج بالا علمی تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ اُن کا حاضری دینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ آقا علیہ السلام کی حیات اور بعد از وصال آپ ﷺ کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جمیع امتِ مسلمہ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت وخوش بختی سمجھتی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، ۴۹۲، رقم: ۴۱۶۶
۲۔ ابن حاج، المدخل، ۱: ۲۶۱

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیة، ۴: ۵۸۱
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیة، ۱۲: ۱۹۶

فصل سوم

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت

۱۔ بحث القرآن

۲۔ بحث الحدیث

۳۔ بحث الفقہ والسلوک

۴۔ بحث المصادر

۱۔ بحث القرآن

قبرِ انور کی زیارت کی شرعی حیثیت پر اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ کئی ائمہِ احناف کے نزدیک واجب ہے جبکہ ائمہِ مالکیہ کے نزدیک قطعی طور پر واجب ہے۔ اُن کے علاوہ دیگر اہلِ سنت کے مکاتب و مذاہب بھی اُسے واجب قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا حکم یوں فرمایا ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥ (۱)

’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے٥‘‘

اس آیتِ کریمہ کو فقط سرورِ کونین ﷺ کی ظاہری حیات پر محمول کرنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، نصِ قرآنی کا غلط اِطلاق اور قرآن فہمی سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محدّثین و مفسرین نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کو مطلق قرار دیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

يُرشد تعالى العصاة والمُذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلى الرسول ﷺ، فيستغفروا الله عنده، ويسألوه أن يغفر لهم، فإنهم إذا فعلوا ذٰلک تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم، ولهذا

---

(۱) النساء، ۴: ۶۴

قال: ﴿لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبومنصور الصبّاغ فى كتابه الشامل ’الحكاية المشهورة، عن العتبى، قال: كنتُ جالساً عند قبر النبي ﷺ، فجاء أعرابي فقال: السلام عليك يارسول الله! سمعتُ الله يقول: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ وقد جئتُكَ مستغفراً لذنبي مستشفعاً بكَ إلى ربي.

ثم أنشأ يقول:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طيبهن القاع و الأكم

نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثُم انصرف الأعرابيّ، فغلبتني عيني، فرأيت النبي ﷺ فى النوم، فقال: يا عتبى! الحق الأعرابيّ، فبشره أن الله قد غفر له.(۱)

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۵۱۹۔ ۵۲۰

اعرابی کا مذکورہ بالا مشہور واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان کیا گیا ہے:

۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۴۹۵، ۴۹۶، رقم: ۴۱۷۸

۲۔ ابن قدامۃ، المغنی، ۳:۲۹۸

۳۔ نووی، کتاب الأذکار: ۹۲، ۹۳

۴۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۴۶۔ ۴۷

۵۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴:۶۱۵

’’اللہ تعالیٰ نے عاصیوں اور خطاکاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرنا چاہئے اور خود حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لئے دعا فرمائیں جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اِسی لئے فرمایا گیا: لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے)۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب ’الحکايات المشهورة‘ میں لکھا ہے: عُتبی کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: ’’السّلام علیکَ یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے o‘‘ میں آپ صلی اللہ علیک و سلم کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

(اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی! جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیک وسلم رونق افروز ہیں، جس میں بخشش اور جود و کرم جلوہ افروز ہے۔)

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے: عُتبی! اعرابی حق

کہہ رہا ہے، پس تو جا اور اُسے خوش خبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔''

اِمام قرطبی نے اپنی معروف تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن (۵: ۲۶۵۔ ۲۶۶)'' میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے:

روی أبو صادق عن علي، قال: قدِم علینا أعرابيّ بعد ما دفنّا رسول الله ﷺ بثلاثة أیام، فرمی بنفسه علی قبر رسول الله ﷺ، وحَثَا علی رأسه من ترابه، فقال: قلتَ یا رسول الله! فسمعنا قولک، و وَعَیتَ عن الله فوعینا عنک، وکان فیما أنزل الله علیک: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ﴾ الآیة، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتُکَ تستغفر لي. فنودی من القبر أنه قد غفر لک.[1]

''ابو صادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر گرا لیا۔ قبرِ انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کا قول مبارک سنا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اللہ سے احکامات لئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ''وَ لَوْ أَنَّھُمْ إِذْ ظَّلَمُوْآ أَنْفُسَھُمْ ...... (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے ......)۔'' میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم میرے

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۵:۲۶۵

لیے اِستغفار فرما دیں۔ اعرابی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: ''بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔''

عتبیٰ کی اس روایت پر اکابر محدّثین کرام نے اعتماد کیا ہے۔ امام نووی نے اسے اپنی معروف کتاب ''الإیضاح'' کے چھٹے باب (ص: ۴۵۴، ۴۵۵) میں، شیخ ابوالفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف ''الشرح الکبیر (۳:۴۹۵)'' میں اور شیخ منصور بن یونس بہوتی نے اپنی کتاب ''کشاف القناع (۵: ۳۰)''، جو مذہب حنبلی کی مشہور کتاب ہے، میں اسے نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عُتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول ﷺ پر آ کر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃِ روضۂ رسول ﷺ یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ جن میں امام ابنِ کثیر، امام نووی، امام قرطبی، امام ابنِ قدامہ، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرقانی سمیت کئی اَئمہ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اکابر محدّثین و مفسرینِ کرام نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا (معاذ اللہ) وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی غماز ہے؟ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس امام کو معتبر اور کس کتاب کو ثقہ و مستند مانا جائے گا؟

لٰہذا جب آپ ﷺ کا بعد اَز وصال اُمت کے لئے اِستغفار فرمانا ممکن ہے اور آپ ﷺ کا اُمت کے حق میں انتہائی شفیق و رحیم ہونا نصوصِ قرآن و سنت سے ثابت اور متحقق ہے تو یہ امر قطعًا و حتمًا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بعد اَز وصال بھی روضۂ مبارک پر حاضرِ خدمت ہونے والوں کو محروم نہیں فرماتے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ.(۱)

''اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے (راستے میں ہی) موت آ پکڑے تو اس کا اجر

(۱) النساء، ۴:۱۰۰

اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔‘‘

آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے وِصال کے بعد جو شخص اپنے نہاں خانہ دل میں گنبد خضراء کے جلووں کو سمیٹنے کی نیت سے سفر اختیار کرتا ہے اس پر بھی اسی ھجرت إلی الرسول ﷺ کا اِطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ بحث الحدیث

حضور نبی اکرم ﷺ نے مختلف طریقوں سے اَز رَہِ شان و فضیلت کہیں اپنے روضۂ اَقدس، کہیں اپنے مسکن مبارک اور کہیں اپنے منبرِ اَقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان و فضیلت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں اِن مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔ ذیل میں قبرِ انور کی فضیلت بزبانِ رسالت مآب ﷺ ملاحظہ کریں۔

ا۔ روضۂ اَطہر کی فضیلت

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.(۱)

’’میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے،

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجمعة، باب فضل ما بين القبر والمنبر، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۱۳۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب ما بين القبر والمنبر، ۲: ۱۰۱۱، رقم: ۱۳۹۱

اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوضِ (کوثر) پر ہوگا۔‘‘

۲۔ ابو صالح ذکوان سمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

مِنْبَرِي هَذَا عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَمَا بَيْنَ حُجْرَتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.(۱)

’’میرا یہ منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہوگا اور میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۳۔ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو روضۂ اَطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: یہی وہ جگہ ہے جہاں (محبوبِ خدا ﷺ کی یاد میں) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے خود حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.(۲)

’’میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔‘‘

۴۔ اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قَوَائِمُ مِنْبَرِي رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ.(۳)

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۴

(۲) بیهقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۳

(۳) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۵۷، رقم: ۷۷۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۸۹

۳۔ عبد الرّزاق، المصنف، ۳: ۱۸۲، رقم: ۵۲۴۲

''میرے اس منبر کے پائے جنت میں پیوست ہیں۔''

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِمام بخاری اور اِمام مسلم جیسے اَجل اَئمہِ حدیث نے اپنی کتب میں روضۂ اَطہر اور منبر مبارک کی درمیانی جگہ کی فضیلت سے متعلق اَحادیث بیان کرتے ہوئے اُس کا عنوان اِس طرح قائم کیا ہے:

- اِمام بخاریؒ نے الصحیح (۱:۳۹۹) میں کتاب التّطوع کے باب نمبر ۱۸ کا عنوان فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ رکھا ہے۔
- اِمام مسلم نے الصحیح (۲:۱۰۱۰) میں کتاب الحج کے باب نمبر ۹۲ کا عنوان مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ رکھا ہے۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے اپنی قبرِ انور کی نشاندہی کرتے ہوئے خود فرما دیا کہ میری قبرِ اَنور میری اَزواجِ مطہرات کے گھروں میں ہے، لہٰذا مَا بَيْنَ بَيْتِي کے الفاظ میں معناً قبرِ اَنور مراد ہے، جبکہ قبرِ اَنور کا ذکر لفظاً (مَا بَيْنَ قَبْرِي) بھی آیا ہے، اور اُن کی زیارت کے لئے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جنت میں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک زیارتِ قبرِ انور کی نیت سے سفر کرنا اُمتِ مسلمہ کا پسندیدہ اور محبوب عمل رہا ہے۔ ایسا محبوب عمل جس کی ادائیگی تو کجا اس کی محض یاد بھی موجب برکت و سعادت ہے۔

۲۔ حضور ﷺ کی طرف سے زیارتِ روضۂ اَطہر کی ترغیب

خود سید العالمین ﷺ نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں روضۂ اقدس کی زیارت کی ترغیب دی اور زائر کے لئے شفاعت کا وعدہ فرمایا:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے روضۂ اَطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي. (۱)

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

ایک دوسری روایت میں 'حلّت له شفاعتي' کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نبہانیؒ ''شواهد الحق فی الاستغاثه بسيد الخلق (ص: ۷۷)'' میں لکھتے ہیں کہ اَئمہِ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام سبکیؒ اس حدیث کی چند اِسناد بیان کرنے اور جرح و تعدیل کے بعد فرماتے ہیں:

''مذکورہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ جن احادیث میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اِن احادیث سے مذکورہ حدیث کو تقویت ملتی ہے اور اِسے حسن سے صحیح کا درجہ مل جاتا ہے۔''(۲)

عبد الحق اِشبیلی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سیوطی نے ''مناهل الصفا فی تخريج احاديث الشفا (ص: ۷۱)'' میں اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ محمود سعید ممدوح ''رفع المناره (ص: ۳۱۸)'' میں اس حدیث پر بڑی مفصل تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور قواعدِ حدیث بھی اِسی رائے پر دلالت کرتے ہیں۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کے زائر پر

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۲:۲۷۸

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۲:۶۷

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۴۹۰، رقم: ۴۱۵۹، ۴۱۶۰

۴۔ ذہبی نے ''میزان الاعتدال (۶:۵۶۷)'' میں کہا ہے کہ اسے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے 'مختصر المختصر' میں نقل کیا ہے۔

(۲) سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۳، ۱۱

حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت متحقق اور لازم ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ سے زائر کی معافی و درگزر کی سفارش کرنا لازم ہو گیا۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

’’جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہوکر میری زیارت کا شرف حاصل کیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَاءَنِی زَائِرًا لَا يَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِی، كَانَ حَقًّا عَلَیَّ أَنْ أَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۲)

’’جو بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لیے آیا اُس کا مجھ پر حق ہے کہ میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں۔‘‘

ابن السکن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ’’السنن الصحاح ماثورۃ عن رسول اللہ ﷺ‘‘ کے خطبہ میں اس کتاب میں نقل کردہ روایات کو

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۹۰، رقم: ۴۱۵۷
۲۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: ۲۸
۳۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۱۴: ۶۱۴
عسقلانی نے تلخیص الحبیر (۲: ۲۶۷) میں اسے مرفوع کہا ہے۔

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۲۲۵، رقم: ۱۳۱۴۹
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۲۷۵، ۲۷۶، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲
۴۔ ذہبی نے ’’میزان الاعتدال (۶: ۴۱۵)‘‘ میں اسے مرفوع کہا ہے۔

بالاجماعِ ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح قرار دیا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ کو اُنہوں نے ’’کتاب الحج‘‘ میں باب ثواب من زار قبر رسول اللہ ﷺ میں بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہادئ برحق ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، أَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا أَوْشَهِيْدًا، وَ مَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَة. (۱)

’’جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي، فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي. (۲)

’’جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ طیالسی، المسند، ۲ ۱، ۱۳، رقم: ۶۵
۲۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۲۷۸
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۵، رقم: ۱۰۰۵۳

(۲) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۲۷۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۳۱۰، رقم: ۱۳۴۹۷
۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۲۳، رقم: ۳۴۰۰
۴۔ خطیب تبریزی نے ’’مشکوٰۃ المصابیح (۲: ۱۲۸، کتاب المناسك، رقم: ۲۷۵۶)‘‘ میں اسے مرفوع حدیث قرار دیا ہے۔

جو لوگ اپنے باطل عقیدے کی بناء پر حدیث ’’لا تشدّ الرّحال‘‘ سے غلط استدلال کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی نیت سے جانے کے ساتھ ساتھ انبیاء و صالحین کے مزارات کی زیارت سے منع کرتے ہیں اور اسے (معاذ اللہ) سفرِ معصیت و گناہ اور شرک قرار دیتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری بلند درجہ باعث ثواب اعمال میں سے ہے۔ نیز قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک اہلِ اسلام کا یہ معمول ہے کہ وہ ذوق و شوق سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جاتے ہیں اور اسے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر عظیم سعادت و خوش بختی سمجھتے ہیں۔

اِستطاعت کے باوجود زیارت نہ کرنے پر وعید

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَ لَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي. (۱)

’’جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبرِ اَنور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بڑا واضح ہے۔ اِس میں اُمتِ مسلمہ کے لئے کڑی تنبیہ بھی ہے کہ جس مسلمان نے حج کی سعادت حاصل کی مگر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری نہ دی اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جفا کی اور آپ ﷺ کے لطف و کرم سے محروم ہوا جبکہ زائرِ روضۂ رسول ﷺ کو شفاعت کا منفرد اعزاز نصیب ہوگا۔ اس

---

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۲۱
۲۔ ابن حجر مکی، الجوهر المنظم: ۲۸
۳۔ نبہانی، شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق: ۸۲

حوالے سے اِمام سبکی ’’شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام (ص: ۱۱)‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے عشاق کو وہ شفاعت نصیب ہوگی جو دوسروں کے حصہ میں نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زائرینِ قبرِ اَنور ایک خاص شفاعت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور اُنہیں بالخصوص یہ منفرد اِعزاز حاصل ہوگا۔ اس سے یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ کی قبرِ اَنور کی زیارت کی برکت کے باعث شفاعت کے حقدار ٹھہرنے والے عمومی افراد میں زائر کا شامل ہونا واجب ہوجاتا ہے۔ بشارت کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ قبرِ رسول ﷺ کا زائر حالتِ اِیمان پر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگا۔ یہاں اس اَمر کی وضاحت ضروری ہے کہ فرشتے اور اللہ ﷻ کے مقرب بندے بھی شفاعت کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کے شرف سے مشرف ہونے والوں کا اعزاز یہ ہے کہ خود آقا ﷺ اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔‘‘

۳۔ بحث الفقہ والسلوک

۱۔ زیارتِ روضۂ اَنور ﷺ محبوب عمل ہے (ائمہ کی تصریحات)

آقائے دو جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا روضۂ اقدس کائناتِ ہست و بود کا سب سے بلند درجہ متبرک مقام ہے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ رب العزت کے محبوب ترین مطہر و مقدس نبی محترم ﷺ کی جائے مدفن ہے۔ گنبدِ خضراء وہ مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہے جہاں قدسیانِ فلک صبح و شام ۷۰، ۷۰ ہزار کی تعداد میں حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ایک مومن صادق کے دل میں ہر وقت یہ تمنا مچلتی ہے کہ کاش! مجھے اس بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو جائے۔ خاکِ طیبہ کو آنکھوں کا سرمہ بنانے اور وہاں کی پاکیزہ فضاؤں میں سانس لینے کی آرزو قرونِ اولیٰ سے لے کر آج کے دن تک ہر عاشقِ

رسول ﷺ امتی کے دل میں رہی ہے۔ جمہور ائمۂ فقہاء کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت محبوب مستحسن اور موجب رحمت و سعادت عمل ہے، اس پر اتفاق ہے۔

۱۔ علامہ ابنِ ہمامؒ (م ۶۸۱ ھ) لکھتے ہیں:

قال مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ: من أفضل المندوبات وفى مناسک الفارسى و شرح المختار أنها قريبة من الوجوب لمن له سعة.(۱)

’’ہمارے مشائخ کرام نے کہا: زیارتِ روضۂ اطہر علی صاحبھا الصّلاۃ والسلام بلند درجہ مستحب عمل ہے۔ مناسک الفارسی، اور شرح المختار، میں لکھا ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت شخص کے لیے (زیارتِ روضۂ اقدس کا درجہ) وجوب کے قریب ہے۔‘‘

۲۔ علامہ ابنِ ہمام ہی نے لکھا ہے:

والأولى فيما يقع عند العبد الضعيف تجريد النّيّة لزيارة قبر النّبىّ ﷺ.(۲)

’’بندۂ ضعیف (ابن ھمام) کے نزدیک محض حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کرنا بھی اولیٰ ہے۔‘‘

۳۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی (م ۶۲۰) نے فقہ حنبلی کی معروف کتاب ’’الکافی‘‘ اور ’’المغنی‘‘ میں لکھا ہے:

ويستحبّ زيارة قبر النّبىّ ﷺ وصاحبيه.(۳)

(۱) ابن ہمام، فتح القدير، ۳: ۱۷۹

(۲) ابن همام، شرح فتح القدير، ۲: ۱۸۰

(۳) ۱۔ ابن قدامة المقدسى، الكافى، ۱: ۴۵۷

۲۔ ابن قدامة، المغنى، ۳: ۲۹۷

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور اور آپ ﷺ کے دونوں صحابہ کرام (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی مبارک قبروں کی زیارت مستحب ہے۔‘‘

علامہ ابن قدامہ نے اپنے مذکورہ قول کے ثبوت میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب میں احادیثِ مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔ زیارت قبر نبی ﷺ کیلئے سفر ان کے نزدیک امر مباح اور جائز ہے۔[1]

۴۔ عارفِ کامل حضرت ملا جامیؒ کے بارے میں منقول کیا ہے کہ انہوں نے حج کے بعد محض زیارتِ قبر انور کے لیے الگ سفر اختیار کیا تاکہ اس سفر کا مقصد زیارت رسول ﷺ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔[2]

ائمۂ احناف کے نزدیک روضۂ انور کی نیت سے سفر کرنا افضل عمل ہے۔

۵۔ علامہ طحطاوی نے لکھا ہے:

الأولى فی الزيارة تجريد النّيّة لزيارة قبره ﷺ.[3]

’’زیارتِ قبرانور کے لیے بہتر یہ ہے کہ محض حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی نیت کی جائے۔‘‘

۶۔ علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے:

قال في شرح اللباب وقد روى الحسن عن أبي حنيفة أنه إذا كان الحجّ فرضاً فالأحسن للحاج أن يبدأ بالحج ثم يثني بالزيارة وإن بدا بالزيارة جاز.[4]

---

(۱) ابن قدامه، المغنی، ۲:۵۲

(۲) ابن قدامه، المغنی، ۲: ۵۲

(۳) طحطاوی، حاشية علی مراقی الفلاح، ۱: ۴۸۶

(۴) ابن عابدين، حاشية ابن عابدين، ۲:۶۲۷

’’شرح اللباب میں ہے حضرت حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ زائر حرمین شریفین اگر فرض حج کی ادائیگی کر رہا ہو تو حج سے ابتداء کرے اس لیے کہ فرض درجہ کے لحاظ سے غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ بعد ازاں زیارتِ روضۂ اقدس کی الگ نیت کرے اور اگر اس نے زیارتِ قبرِ انور سے ابتداء کی ہے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔‘‘

وہ اس بات کی وجہ یہ لکھتے ہیں:

إذ يجوز تقديم النّفل على الفرض إذا لم يخش الفوت بالإجماع. (۱)

’’کیونکہ نفل کا فرض پر مقدم کرنا جبکہ فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو شرعاً جائز ہے۔‘‘

مذکورہ بالا اختیار اس صورت میں ہے جب زائر کا گذر مدینہ منورہ سے نہ ہو۔ اگر اس کا گذر مدینہ طیبہ اور روضۂ انور کے قرب سے ہو تو پھر زیارتِ روضۂ انور ناگزیر ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے:

فإن مرّ بالمدينة كأهل الشام بدأ بالزّيارة لا محالة لأن تركها مع قربها يعدّ من القساوة والشّقاوة وتكون الزيارة حينئذ بمنزلة الوسيلة وفي مرتبة السنة القبلية للصّلاة. (۲)

’’اور اگر زائرِ حرمین کا گزر ہی قرب مدینہ منورہ سے ہو جیسے ملک شام کے لوگوں کے لئے تو اسے بہرصورت زیارت روضۂ رسول ﷺ سے ہی ابتدا کرنی ہو گی، کیونکہ زائر کا اس کے قرب سے گزرنے کے باوجود اس کی زیارت کو ترک کرنا

(۱) ابن عابدین، حاشیۃ ابن عابدین، ۲: ۶۲۷

(۲) ابن عابدین، حاشیۃ ابن عابدین، ۲: ۶۲۷

بدبختی اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے۔ اس صورت میں زیارت رسول ﷺ وسیلہ بنے گی اور اس کا یہ عمل درجۂ ادائیگی میں ایسا ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنت نماز کی ادائیگی۔‘‘

۲۔ زیارتِ قبرِ انور کے آداب

۱۔ ابن الحاج مالکی اپنی کتاب ’’المدخل‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’جب زائرِ مدینہ مکہ معظّمہ سے زیارتِ نبوی کی نیت سے نکلے تو اُس کی ساری توجہ زیارتِ نبوی اور مسجدِ نبوی میں ادائیگیٔ نماز کی طرف ہو، لیکن ان مقاصدِ جلیلہ کے ساتھ دیگر مقاصد کو شامل نہ کرے کیونکہ آقائے نامدار ﷺ متبوع ہیں تابع نہیں۔ اُنہی کی ذاتِ اقدس سفر کا مرکز و محور ہے، جب شہرِ مدینہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہو تو بہتر یہی ہے کہ مدینہ منورہ سے باہر مسافروں کے اُترنے کا جو مقام مقرر ہے اُسی مقام پر اُترے اور جب شہرِ حضور ﷺ میں داخلہ کا وقت آئے تو غسل اور وضو کرے، اچھی سے اچھی پوشاک پہنے، نوافل ادا کرے، توبہ کی تجدید کرے اور پیدل چلتا ہوا اندر داخل ہو کر تصویرِ عجز بن جائے کہ وہ شہنشاہِ کونین ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

’’تاریخ بتاتی ہے کہ جب وفدِ عبدالقیس بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو وفد کے اراکین بے تابی سے سرکار ﷺ کے قدموں پر جا گرے اور شمعِ رسالت کے گرد پروانہ وار رقص کرنے لگے، جبکہ اُن کے سردار نے وقار کا مظاہرہ کیا، پہلے غُسل کیا، عمدہ لباس زیب تن کیا اور پھر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر ہدیۂ سلام پیش کیا۔ اِس پر آقا ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کے نزدیک پسندیدہ ہیں، وہ ’حلم‘ اور

’حوصلہ‘ ہیں۔‘‘

۲۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’الغنية لطالبي طريق الحق‘‘ میں زیارت النبی ﷺ کے آداب بھی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اِختصار کے ساتھ ذیل میں ان آداب کا ذکر کیا جارہا ہے:

> ’’زائرِ مدینہ بارگاہِ نبوی میں اِستغاثہ پیش کرے، اللہ کی بارگاہ میں حضور ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے دعا کرے۔ الوداعی زیارت کے وقت (یوں) سلامِ شوق پیش کرے: ’الوداع، یا رسولَ اللہ! الوداع‘ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجات پیش کرنے کے بعد اپنی حاضری کی قبولیت کی بھی دعا مانگے اور التجا کرے کہ مولا! یہ زیارت آخری نہ ہو۔‘‘

۳۔ امام نووی نے اپنی کتاب ’’الإیضاح (ص:۴۴۶)‘‘ کے باب ششم میں حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اَطہر کی زیارت کے آداب بالتفصیل ذکر کئے ہیں۔

۴۔ کمال الدین بن ہمام حنفی نے ’’فتح القدير‘‘ میں ’کتاب الحج‘ کے آخر میں (۳:۹۴) اِس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۵۔ اِمام ابنِ قیم نے اپنے شہرۂ آفاق ’’القصيدة النونية‘‘ میں زیارتِ نبوی ﷺ کے آداب بیان کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

فإذا أتينا المسجد النبوی صلينا التحية أولا ثنتان

(جب ہم مسجدِ نبوی میں حاضر ہوں تو سب سے پہلے دو رکعت نمازِ تحیۃ المسجد ادا کریں۔)

ثم انثنينا للزيارة نقصد القبر الشريف ولو على الأجفان

(پھر روضۂ اَنور کی زیارت کا قصد کریں، چاہے پلکوں پر چل کر ہی حاضری کا شرف کیوں نہ حاصل کرنا پڑے۔)

فنقوم دون القبر وقفة خاضع　　متذلل فی السر والإعلان

(پھر باطناً و ظاہراً اِنتہائی عاجزی و اِنکساری کے ساتھ (حضوری کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر) قبرِ انور کے پاس کھڑے ہوں۔)

فکأنه فی القبر حيّ ناطق　　فالواقفون نواکس الأذقان

(یہ اِحساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضور ﷺ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور کلام فرماتے ہیں، پس (وہاں) کھڑے ہونے والوں کا سر (اَدباً وتعظیماً) جھکا رہے۔)

ملکتهم تلک المهابة فاعترت　　تلک القوآئم کثرة الرجفان

(بارگاہِ نبوی میں یوں کھڑے ہوں کہ رُعبِ مصطفیٰ ﷺ سے پاؤں تھرتھر کانپ رہے ہوں۔)

وتفجرت تلک العیون بمائها　　و لطالما غاضت علی الأزمان

(اور آنکھیں بارگاہِ حضور ﷺ میں اَشکِ مسلسل کا نذرانہ پیش کرتی رہیں، اور وہ طویل زمانوں کی مسافت طے کر کے حضور ﷺ کے زمانے میں کھو جائیں۔)

و أتی المسلم بالسلام بهیبة　　و وقار ذی علم و ذی إیمان

(پھر مسلمان حضور ﷺ کی بارگاہ میں وقار و اَدب کے ساتھ ہدیۂ سلام پیش کرتے ہوئے آئے جیسا کہ صاحبانِ ایمان اور صاحبانِ علم کا شیوہ ہے۔)

لم یرفع الأصوات حول ضریحه　　کلا! و لم یسجد علی الأذقان

(حضور ﷺ کی قبرِ انور کے قریب آواز بھی بلند نہ کرے، خبردار! اور نہ ہی سجدہ ریز ہو۔)

من أفضل الأعمال هاتیکالزیا رة وهی یوم الحشر فی المیزان(۱)

(یہی زیارت افضل اعمال میں سے ہے اور روزِ حشر اسے میزانِ حسنات میں رکھا جائے گا۔)

۶۔ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’ما ثبت من السنة (ص: ۱۱۴۔۱۱۶)‘‘ میں زیارتِ قبرِ انور کے آداب بالتفصیل ذکر کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

’’زائر کو چاہیئے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت مدینہ منورہ کی جانب متوجہ ہو اور راستہ میں حضور نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھے، کیونکہ اس راہ کے مسافر کے لئے فرض عبادات کے بعد درود شریف پڑھنا ہی افضل ترین عبادت ہے۔ جب زائر مدینہ منورہ کا کوئی درخت دیکھے یا اُسے حرم پاک نظر آئے تو بے اِنتہا درود شریف پڑھے، دِل میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ روضۂ انور کی زیارت بابرکت سے اُسے فائدہ ہو اور دُنیا و آخرت میں سعادت مندی حاصل ہو۔ اُسے چاہیئے کہ زبان سے یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ! إِنَّ هٰذا حَرَمَ رَسُوْلِکَ، فَاجْعَلْهُ لِی وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَ اَمَاناً مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوءِ الْحِسَابِ۔

’’اے اللہ! یہ تیرے محبوب رسول ﷺ کا حرم محترم ہے، اِسے میرے لئے آتشِ دوزخ سے پناہ گاہ بنا دے، عذابِ آخرت اور برے حساب سے محفوظ رکھنے والا اور جائے اَمن بنا دے۔‘‘

’’مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا، عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور سہولت کے ساتھ جتنا ہو سکے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ زائر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ

وَّاَخۡرِجۡنِی مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّی مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطَانًا نَّصِیۡرًا۔

’’اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور میں اللہ کے رسول ﷺ کی ملت پر ہوں۔ اے اللہ! مجھے مقامِ صداقت میں داخل فرما اور صداقت کے مقام پر مجھے نکال، اور مجھے اپنی جانب سے مددگار غلبہ و قوت عطا فرما۔‘‘

جب وہ مسجدِ نبوی ﷺ کے دروازہ پر پہنچے تو اپنا داہنا پاؤں دروازہ میں رکھ کر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی ذُنُوۡبِیۡ وَ افۡتَحۡ لِی أَبۡوَابَ رَحۡمَتِکَ وَ فَضۡلِکَ۔

’’اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دے۔‘‘

’’زائر جب روضۂ اَقدس کا رُخ کرے تو حتی المقدور کوشش کرے کہ تحیۃ المسجد (کے نوافل) مُصلیٰ نبوی ﷺ پر ادا کرے۔ اگر ممکن نہ ہو تو روضۂ اقدس کے کسی حصہ میں یا مسجدِ نبوی میں کسی مقام پر نماز تحیۃ المسجد پڑھے اور پھر بقعۂ مبارک تک پہنچنے سے پہلے سجدۂ شکر ادا کرے (بعض علماء نماز و تلاوت کے علاوہ سجدہ شکر بجا لانے کے بارے میں مختلف الرائے ہیں)۔ اس کے بعد قبولِ زیارت کی دُعا کے ساتھ مزید نعمتوں کے حصول کی بھی دُعا کرے۔ پھر روضۂ اقدس کے پاس اس طرح حاضری دے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہو۔ روضۂ مبارک کی جالی کو نہ چھوئے اور اِسے بوسہ بھی نہ دے، کیونکہ یہ دونوں کام اور اس کے علاوہ دوسری حرکتیں جاہلوں اور ناواقفوں کے طور طریق ہیں، اور سلف صالحین کا یہ طرزِ عمل کبھی نہیں رہا۔ نیز زائر کے لئے لازمی ہے کہ ادباً جالی سے چپک کر کھڑا نہ ہو بلکہ جالی سے تین یا چار ہاتھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ،

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اِنتہائی خشوع وخضوع (وعاجزی اِنکساری) کے ساتھ پُرسکون انداز میں پست آواز میں عرض کرے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ وَ عَلٰی أَهْلِ بَيْتِکَ وَ أَزْوَاجِکَ وَ أَصْحَابِکَ أَجْمَعِيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ! أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّکَ عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَ أَمِيْنُهُ وَ خِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ، وَ أَشْهَدُ أَنَّکَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَ أَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ، وَ جَاهَدْتَ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَ عَبَدْتَ رَبَّکَ حَتّٰی أَتَاکَ الْيَقِيْنُ، فَجَزَاکَ اللهُ عَنَّا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفْضَلَ مَا جَزٰی نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَ بَارِکْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اَللّٰهُمَّ! إِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾۔

’’اے رسولوں کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے سب انبیاء سے آخر میں آنے

والے! آپ پر سلام ہو، اے درخشاں حسینوں کے قائد و رہبر! آپ پر سلام ہو، اے وہ رسول جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا! آپ پر سلام ہو، آپ کے اہلِ بیت، اَزواجِ مطہرات اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلام ہو، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں، برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے، اُس کے رسول، اُس کے امین اور اُس کی مخلوقات میں بہترین و برگزیدہ ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رِسالت کی تبلیغ فرمائی، حقِ اَمانت ادا کیا، اللہ کی راہ میں پوری طرح حقِ جہاد ادا فرمایا، اور آپ نے (اپنی شان کے لائق) مقامِ یقین (یعنی اِنشراحِ کامل نصیب ہونے یا لمحۂ وِصالِ حق) ملنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کی۔ ہماری اِستدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا مرحمت فرمائے جو کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے جزا دیتا ہے۔

''اے اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُن کی آل پر رحمتیں نازل فرما، جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل کو نوازا۔ بے شک تو ہی لائقِ حمد (اور) بزرگ و برتر ہے۔ اے اللہ! ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر برکتیں نازل فرما جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر برکتیں نازل فرمائیں، یقیناً تو ہی لائقِ حمد (اور) بزرگ و برتر ہے۔

''اے اللہ! تو نے ہی فرمایا ہے اور تیرا یہ فرمان بالکل صحیح ہے: ''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔''

اِس کے بعد زائر یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ! قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَکَ وَأَطَعْنَا أَمْرَکَ وَقَصَدْنَا نَبِیَّکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ بِهٖ إِلَیْکَ مِنْ ذُنُوْبِنَا، اَللّٰھُمَّ! فَتُبْ عَلَیْنَا وَاسْعَدْنَا بِزِیَارَتِهٖ وَادْخِلْنَا فِی شَفَاعَتِهٖ، وَقَدْ جِئْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ ظَالِمِیْنَ أَنْفُسَنَا مُسْتَغْفِرِیْنَ لِذُنُوْبِنَا، وَقَدْ سَمَّاکَ اللهُ تَعَالٰی بِالرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ، فَاشْفَعْ لِمَنْ جَاءَکَ ظَالِمًا لِنَفْسِهٖ مُعْتَرِفًا بِذَنْبِهٖ تَائِبًا إِلَی رَبِّهٖ۔

’’اے اللہ! ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے احکام کی تعمیل میں تیرے حبیب ﷺ کے بارگاہ میں حاضر ہیں، جو تیری بارگاہ میں ہمارے گناہوں کی شفاعت کریں گے۔ اے اللہ! ہم پر رحم و کرم فرما اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت کی برکت سے خوش بخت بنا اور آپ ﷺ کی شفاعت ہمیں نصیب فرما۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیك و سلم! ہم آپ کی بارگاہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَءُوْفٌ رَّحِیْم بنایا ہے۔ پس وہ جو اپنی جان پر ظلم کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اِقرار کر کے اُس سے معافی مانگتے ہوئے آپ کے حضور حاضر ہوا اُس کی شفاعت فرمایئے۔‘‘

’’علاوہ اَزیں زائر پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین، اَعزاء و اَحباب وغیرہ کے لئے بھی دُعا مانگے، کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہر دُعا قبول ہوتی ہے۔‘‘

۴۔ بحث المصارد

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ پر مصادرِ علمیہ

اَئمہ و علماء کرام نے زیارتِ نبی ﷺ کے بے شمار فضائل و برکات اور فوائد بیان کئے ہیں اور کتبِ فقہ، مناسکِ حج اور کتبِ مناقب و خصائص میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اِن کتب میں مکمل یا جزوی طور پر اَبواب کی صورت میں زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے اَحکام، فضائل اور آداب جمع ہیں۔ جن سے قارئین مزید اِستفادہ کرسکتے ہیں۔ ہم ان کتب کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) کتبِ زیارت

وہ اَئمہ و محدثین کرام جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے فضائل و برکات بیان کئے، اس کے حق میں فتاویٰ دیئے اور اِس موضوع پر کتب لکھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علامہ تقی الدین سبکی نے زیارت کے موضوع پر جامع کتاب ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام'' تالیف کی ہے۔

۲۔ ابن عساکر نے ایک کتاب ''إتحاف الزائر وإطراف المقیم السائر فی زیارۃ النبی ﷺ'' تالیف کی۔

۳۔ ابن حجر ہیتمی مکی نے اِس موضوع پر دو کتب ''الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر النبوی الشریف المکرم'' اور ''تحفۃ الزوار إلی قبر النبی المختار'' تالیف کی ہیں۔

۴۔ محمود سعید ممودح نے چار سو صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ''رفع المِنارۃ لتخریج

أحادیث التوسل و الزیارة'' رقم کی ہے۔

۵۔ شیخ محمد فقی نے دو سو صفحات پر مشتمل کتاب ''التوسل و الزیارة'' تالیف کی۔

۶۔ شیخ حسن عدوی مالکی نے ''مشارق الأنوار فی زیارة النبی المختار'' لکھی۔

۷۔ احمد بن محمد حضراوی مکی نے چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں ''نفحات الرضا والقبول فی فضائل المدینة وزیارة سیدنا الرسول ﷺ'' لکھی۔

۸۔ عبد الحمید بن محمد علی مکی نے ''الذخائر القدسیة فی زیارة خیر البریة'' لکھی۔

۹۔ احمد انصاری تنتاشی نے نہایت خوبصورت کتاب ''الدرة الثمینة فیما الزار النبی ﷺ إلی المدینة'' لکھی ہے۔

(۲) کتبِ خصائص و مناقب

اِن کتب میں زیارتِ روضۂ اَقدس کے موضوع پر اَبواب ہیں:

۱۔ ضیاء مقدسی، کتاب فضائل الأعمال

۲۔ احمد بن حسین بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۴۸۸

۳۔ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ

۴۔ احمد بن محمد قسطلانی، المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة

۵۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، الصلات و لبُشر فی الصلاة علی خیر البشر

۶۔ ابن حجر ہیتمی مکی، الدر المنضود فی الصلاة والسلام علی صاحب المقام المحمود

۷۔ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع

۸۔ محمد بن عبد الباقی زرقانی، شرح المواھب اللدنیة

۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ما ثبت من السنة

۱۰۔ حسین بن حسین حلیمی، المنهاج فی شعب الإيمان

(۳) کتبِ مذاہبِ اَربعہ

۱۔ کمال الدین بن ہمام حنفی نے ''فتح القدیر (۳:۹۴)'' میں زیارت پر ایک مفصل باب باندھا ہے۔

۲۔ ابنِ عابدین شامی نے ''رد المحتار علی الدر المختار''میں زیارت کے موضوع پر بحث کی ہے۔

۳۔ نووی، المجموع

۴۔ نووی کی کتاب ''المنهاج'' پر امام جلال الدین محلی کی ''شرح''

۵۔ ''منهج الطلاب'' کے حاشیہ پر اِمام ابو یحیی زکریا انصاری کی کتاب ''فتح الوهاب''

۶۔ ابن حجر ہیتمی مکی کی ''تحفة المحتاج''

۷۔ شیخ ابوالعباس محمد بن احمد رملی کی ''نهاية المحتاج''

۸۔ شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی کی ''الذخيرة'' (جلد:۳، باب:۱۲)

۹۔ عبدالحق صقلی مالکی کی ''تهذيب المطالب''

۱۰۔ احمد بن محمد الدردیر کی کتاب ''الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك (۲:۳۸۱)''

۱۱۔ علامہ محمد بن احمد بن جزری غرناطی کی کتاب ''قوانين الأحكام الشرعية ومسائل الفروع الفقهية (ص:۱۳۶)''

۱۲۔ شیخ ابوبکر حسن کشناوی کی کتاب ’’أسهل المدارک شرح إرشاد السالک في فقه إمام الأئمة مالک (۱: ۵۲۱)‘‘

۱۳۔ ابن حزم، المحلی، ۵: ۱۹۸

۱۴۔ خطیب شربینی، مغني المحتاج، ۱: ۵۱۲

۱۵۔ عبد اللہ بن قدامہ، المغنی، ۳: ۵۵۶

۱۶۔ ابو الفرج بن قدامہ، الشرح الکبیر، ۳: ۴۹۵

۱۷۔ منصور بن یونس بہوتی، کشاف القناع، ۲: ۵۹۸

۱۸۔ مرعی بن یوسف، دلیل الطالب: ۸۸

۱۹۔ محمد بن مفلح مقدسی، الفروع، ۳: ۵۲۳

(۴) کتبِ مناسک

۱۔ عز الدین بن جماعہ کنانی، هداية السالک إلی المذاهب الأربعة في المناسک (جلد: ۳، باب: ۶)

۲۔ امام نووی، الإیضاح: ۴۴۶

۳۔ وہبی سلیمان غاوجی، الحج و أحکامه

وہ مسئلہ زیارت میں لکھتے ہیں کہ قبرِ رسول ﷺ کی زیارت کرنا سُنّت ہے، قرآن و سنت فعلِ صحابہ، اجماع، عرفِ عام اور قیاس سے ثابت شدہ ہے۔

شمعِ رسالت کے پروانوں کا رقصِ مستانہ آج بھی جاری ہے، جاں نثاروں کے والہانہ عشق و محبت کا جذبہ آج بھی زندہ و تابندہ ہے بلکہ عشاقِ مصطفیٰ نے اس جذبۂ جاں نثاری کو ایک تحریک بنا دیا ہے۔ بعد اَز وِصال بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر لمحۂ موجود تک

حضور ﷺ کا روضۂ اَطہر مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے، درِ آقا ﷺ پر ہر لمحہ صلِ علیٰ کے سرمدی پھولوں کی بہار دِلوں کے غنچے کھلاتی رہتی ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا در آج بھی کھلا ہے اور قیامت تک کُھلا رہے گا۔ اگر آج کا انسان امن، سکون اور عافیت کی تلاش میں ہے اور اُفقِ عالم پر دائمی امن کی بشارتیں تحریر کرنے کا داعی ہے تو اُسے دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر جھک جانا ہوگا، اس لئے کہ گنبدِ خضرا کو اپنی سوچوں کا مرکز ومحور بنائے بغیر باغِ طیبہ کے شاداب موسموں اور مخمور ساعتوں کو اپنے ویران آنگن کا مقدر نہیں بنایا جا سکتا، امن کی خیرات اسی در سے ملے گی، اس لئے کہ ذہنوں کی تہذیب وتطہیر کا شعور اُسی دَرِ پاک کی عطائے دلنواز ہے۔

فصل چہارم

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ کا صحیح مفہوم

اور

معترضین کے اِشکالات کا جواب

جیسا کہ اوپر تصریح ہو چکی ہے کہ جان نثارانِ مصطفیٰ ﷺ دربارِ نبوی کی زیارت کا حد درجہ اشتیاق رکھتے ہیں اور خاکِ طیبہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، بقول اقبالؒ

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ آں جا دلبرست

لیکن بعض نادان لوگ سید العالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں حاضری کی نیت سے جانے کو بھی (معاذ اللہ) شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسا عقیدہ بے دینی اور جہالت پر مبنی ہے۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ باطل عقیدہ رکھنے والوں کا محلِ اِستدلال حدیث کی غلط تعبیر ہے۔ ذیل میں ہم اس روایت کی صحیح تشریح وتعبیر اَجل اَئمہ حدیث کے اَقوال کی روشنی میں پیش کریں گے، جس سے حدیث پاک کا صحیح مفہوم و مدعا واضح ہو جائے گا:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰی.(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، ۱:۳۹۸، رقم: ۱۱۳۲
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثۃ مساجد، ۲:۱۰۱۴، رقم: ۱۳۹۷
۳۔ نسائی، السنن، کتاب المساجد، باب ما تشد الرحال إلیہ من المساجد، ۲:۲۹،۳۰، رقم: ۷۰۰

’’مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

لَا تُعْمَلُ الْمَطِیُّ إِلَّا إِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِی، وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.(۱)

’’(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے: مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجد بیت المقدس۔‘‘

بعض کتب میں مسجد بیت المقدس کی جگہ مسجد اِیلیاء کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

۳۔ طبرانی نے ’’المعجم الأوسط (٦: ٥١، ٥٢، رقم: ٥١٠٦)‘‘ میں یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْخَيْفِ، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، مَسْجِدِي هَذَا.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری اِس مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة، ۳: ۷۹، رقم: ۱۴۳۰
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۵۴۰، رقم: ۱۷۵۴
۳۔ مالك، الموطأ، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۴۱

طبرانی کہتے ہیں کہ کلثوم بن جبر سے یہ حدیث حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی اور اِس حدیث کے سوا کسی اور حدیثِ شَدُّ الرِّحال میں مسجدِ خیف کا ذکر بھی نہیں ہے۔

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

وَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِيْ.(۱)

’’تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا اِرشادات کو بنیاد بنا کر بعض لوگ انبیاء و صالحین کے قبور کی زیارت حتیٰ کہ حضور سرورِ کونین ﷺ کے روضۂ اَطہر کی بہ غرضِ زیارت حاضری کو بھی ناجائز اور (معاذ اللہ) شرک گردانتے ہیں۔ جبکہ اکابر علمائے ربانیین اور محدّثین و مفسرینِ کرام نے اِس اِستدلال کو غلط اور کج فہمی قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی معتبر کتب میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس حدیث کا صحیح مطلب بیان کیا ہے۔ اِس کی روشنی میں دین کا معمولی سا فہم رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو لوگ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے اَنبیاء و صالحین کے مزارات کی زیارت کے سفر سے منع کرتے ہیں اور اِسے سفرِ معصیت و گناہ کہتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں اور اُن کا اِستدلال کسی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب مسجد بیت المقدس، ۱: ۴۰۰، رقم: ۱۱۳۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج وغیرہ، ۲: ۹۷۶، رقم: ۱۳۳۸
۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی أی المساجد أفضل، ۱: ۳۵۸، رقم: ۳۲۶

بھی طرح لائقِ التفات نہیں۔

ا۔ مذکورہ احادیث کی تشریح و توضیح

۱۔ ان احادیثِ مبارکہ میں اِستثناء کے حوالے سے دو اَقوال ہیں:

ایک یہ کہ اِستثناء مطلق یعنی عمومیت پر مبنی ہو۔ جس سے ہر قسم کا سفر ناجائز قرار پائے گا اور یہ بات خلافِ عقل وخلافِ شرع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اِستثناء مقید ہو یعنی محض مساجد سے مختص ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سوائے اِن تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے اور یہی قول صحیح ہے۔

۲۔ حدیثِ مبارکہ میں **لا تُشَدُّ الرِّحال** کے فوراً بعد **إلا إلی ثلاثة مساجد** مذکور ہے۔ اہلِ لغت کے معروف اُسلوب کے مطابق جس جملہ میں مستثنیٰ (جسے اِستثناء حاصل ہو) اور مستثنیٰ منہ (جس سے اِستثناء کیا گیا ہو) دونوں پائے جاتے ہوں تو نحوی قاعدہ یہ ہے کہ مستثنیٰ حرفِ اِستثناء کے بعد اور مستثنیٰ منہ حرفِ اِستثناء سے پہلے ہوگا اور وُجوداً یا تقدیراً مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں کا پایا جانا ضروری ہوگا۔

مذکورہ حدیث میں ’**إلا**‘ حرفِ اِستثناء ہے، ’**ثلاثة مساجد**‘ مستثنیٰ ہے۔ قاعدہ کی رُو سے ’**إلّا**‘ کے بعد **ثلاثة مساجد** تو مذکور ہے لیکن مستثنیٰ منہ مذکور نہیں، جو ’**إلّا**‘ سے پہلے پایا جانا تھا لہٰذا جہاں ایسی صورت ہو کہ مستثنیٰ مذکور ہو مگر مستثنیٰ منہ کا لفظی ذکر نہ ہو تو وہاں مستثنیٰ منہ مقدّر مانا جائے گا۔ اِس صورت میں مقدّر مستثنیٰ منہ کے تعین کے تین اِحتمالات ہو سکتے ہیں:

پہلا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ ’قبر‘ کو مانا جائے

اِس حدیث سے سفرِ زیارت کی ممانعت کا اِستدلال کرنے والوں کے مسلک

کے مطابق اگر مستثنیٰ منہ لفظ ’قبر‘ کو فرض کریں تو حدیث کی عبارت تقدیری اِس طرح ہوگی: **لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی قبر إلا إلی ثلاثة مساجد** ’’سوائے تین مساجد کے کسی قبر کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘ یہاں لفظ ’قبر‘ ایسی بے بنیاد تعبیر ہے جو نہ سیاقِ کلام کے مطابق ہے اور نہ ہی اُسلوبِ بیان و زباں کے لائق۔ عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ غیر معتبر اور غیر معقول اُسلوب قبول نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اِس کی نسبت اَفصحُ العرب ﷺ کی طرف کی جائے لہٰذا ضابطہ کے خلاف لفظ ’قبر‘ کو مستثنیٰ منہ بنانا ہرگز درست نہیں۔

دوسرا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ ’مکان‘ کو مانا جائے

اگر ’مکان‘ کو مستثنیٰ منہ فرض کیا جائے تو حدیث کی عبارت تقدیری یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی مکان إلا إلی ثلاثة مساجد (سوائے تین مساجد کے کسی اور مقام کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے)۔ اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ تعلیم، تجارت اور کسی بھی کارِ خیر کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے، حالانکہ اِن اُمورِ خیر کے لئے سفر کی ممانعت باطل اور غیر معقول ہے۔ مطلق سفر کی کہیں بھی ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی مفہوم حدیث مذکور کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یہ مفہوم نہ صرف غیر شرعی ہو گا بلکہ بے شمار احکام اسلامی اور مصالح دینی سے متصادم ہوگا۔ سو یہ صورت تقدیری بھی قبول نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود تجارت کے لئے سفر کیا اور متعدد اسفار کے ذریعے غزوات میں شرکت فرمائی۔

۲۔ آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہمیشہ محوِ سفر رہے اور اُنہوں نے دور دراز علاقوں تک دین پہنچایا۔

۳۔ ائمہ و بزرگانِ دین تحصیلِ علم اور بیعت و اِرادت کے لئے سفر کرتے رہے۔ آج بھی لوگ حصولِ علم، تجارت اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے ہیں۔

❁ درج ذیل مقاصد کے لئے آج بھی سفر کیا جاتا ہے:

۴۔ دعوت وتبلیغِ دین کے لیے۔

۵۔ جہاد میں شرکت کے لئے۔

۶۔ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی زیارت کے لئے۔

۷۔ اَعزاء و اَقارب اور اَحباب سے ملاقات کے لئے۔

۸۔ کانفرنسز، سیمینارز اور دیگر خصوصی پروگراموں میں شرکت کے لئے۔

۹۔ شادی وغمی میں شرکت کے لئے۔

۱۰۔ کاروباری مقاصد کے لئے۔

۱۱۔ سیر وتفریح کے لئے۔

۱۲۔ علاج معالجہ کے لئے۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتنے ہی سفر ہیں جو ہم روزانہ کرتے ہیں۔ اگر ہر سفر ممنوع قرار دیا جائے تو زندگی کا نظام معطل ہوکر رہ جائے گا، جو کہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

تیسرا اِحتمال ...... اگر مستثنیٰ منہ بھی 'مسجد' ہی کو مانا جائے

یہ اِستثناء مفرغ ہے۔ اس میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا جنسِ واحد سے ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ کلامِ عرب میں ہے:

ما جاءنی إلا زید (میرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا)۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس سوائے زید کے کوئی شخص یا انسان نہیں آیا۔ اگر پرندہ یا کوئی جانور آیا ہو تو کلام غلط نہ ہوگا کیونکہ مستثنیٰ منہ پرندہ یا جانور نہیں بلکہ انسان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زید بھی انسان ہے، اس لئے ایک ہی جنس سے ہونے کی وجہ سے مفہوم واضح اور درست ہو جائے گا لہٰذا درست بات یہی ہے کہ اِس حدیث میں بھی عربی کے اُسلوب اور قاعدہ کی رُو سے تقدیر لفظ 'مسجد' ہی ہو، یعنی جسے مستثنیٰ ٹھہرایا جا رہا ہے مستثنیٰ منہ بھی وہی جنس ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جواز کے لئے اِستثناء مساجد کا کیا جا رہا ہے تو ممانعت بھی بقیہ مساجد ہی کی طرف منسوب ہوگی، نہ کہ دیگر اُمور اور مقاصد کی طرف۔ پس اب حدیث کی تقدیراً عبارت یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال إلی مسجد إلّا إلی ثلاثة مساجد.

''سوائے تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف (ثواب کی زیادتی کی نیت سے) رختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے اِرشاد کا واضح مطلب یہ ہے کہ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت چونکہ زیادہ ہے اور باقی مساجد نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب میں برابر ہیں اس لئے ان تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں ثواب کی زیادتی کی نیت سے سفر کی زحمت برداشت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس جگہ زیادتی ثواب پر کوئی شرعی دلیل مذکور نہیں۔

۲۔ مذکورہ احادیث پر ائمہِ حدیث کی تحقیقات

متذکرہ بالا احادیث کا صحیح مطلب اجل ائمہِ حدیث نے بیان کیا ہے اور اس پر اپنی تحقیق کی ہے۔

ا۔ قاضی عیاضؒ کی تحقیق

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مدینہ طیبہ مخلص مؤمنین کا مرجع رہا ہے اور تا قیامت رہے گا۔ اس حوالے سے قاضی عیاض (۵۴۴ھ) نے اس حدیثِ مبارکہ کی بڑی ایمان افروز تشریح کی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹے گا۔ امام نووی اور دیگر شارحین حدیث نے ان کا قول نقل کیا ہے۔ شرح نووی میں ہے:

قال القاضي: وقوله ﷺ: وهو يأرز إلى المدينة، معناه: أن الإيمان أولاً وآخراً هذه الصفة، لأنه في أول الإسلام كان كل من خلص إيمانه وصحّ إسلامه أتى المدينة، إمّا مهاجراً مستوطناً، وإما متشوقاً إلى رؤية رسول الله ﷺ، ومتعلماً منه، ومتقرباً. ثم بعده هكذا في زمن الخلفاء كذلك، ولأخذ سيرة العدل منهم والاقتداء بجمهور الصحابة رضوان الله عليهم فيها. ثم من بعدهم من العلماء الذين كانوا سرج الوقت وأئمة الهدىٰ، لأخذ السنن المنتشرة بها عنهم. فكان كل ثابت الإيمان منشرح الصدر به يرحل إليها. ثم بعد ذلک في كل وقت إلى زماننا لزيارة قبر النبي ﷺ والتبرک بمشاهده، وآثاره، وآثار أصحابه الكرام. فلا يأتيها إلا مؤمن. هذا كلام القاضي. والله أعلم بالصواب.(۱)

”قاضی عیاضؒ نے کہا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی کے ایمان مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے گا، کا معنی ہے کہ ایمان کی ابتداء میں یہ صفت تھی اور آخر زمانہ میں بھی یہی صفت رہے گی کیونکہ ابتدائے اسلام میں ہر وہ شخص جس کا

(۱) نووی، شرح النووی، ۲: ۱۷۷

ایمان خالص ہوتا اور اسلام صحیح ہوتا، وہ مدینہ طیبہ آتا یا تو مہاجر بن کر مدینہ طیبہ کو اپنا وطن بناتا اور یا دیدارِ رسول ﷺ کے شوق میں اور آپ ﷺ سے سیکھنے اور آپ ﷺ کی قربت کے حصول کے لیے۔ بعد ازاں خلفاء راشدین کے دور میں بھی اہلِ ایمان کا یہی معمول رہا تاکہ وہ ان سے عدل کا درس لیں اور جمہور صحابہ کا اقتداء بھی یہیں پر ہوتا تھا۔ پھر دورِ خلافت کے بعد وہ علماء جو اپنے وقت کے چراغ اور ہدایت کے امام تھے ان سے بکھری ہوئی سنت رسول ﷺ اخذ کرنے کیلئے اہلِ ایمان آتے رہے۔ پس ہر مومن جو ایمان پر ثابت قدم تھا اور جسے شرح صدر نصیب تھا وہ مدینہ طیّبہ کی طرف سفر کرتا۔ پھر ان علماء کے دور کے بعد آج تک ہر دور میں لوگ قبرِ رسول ﷺ کی زیارت، آپ ﷺ کے مشاہد آثار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کے لئے آتے رہے، پس مدینہ طیّبہ وہی شخص آتا ہے جو سچا مومن ہوتا ہے۔‘‘

۲۔ امام نوویؒ کی تحقیق

شارحِ صحیح مسلم امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے بھی اس حدیث کی تفصیلی شرح لکھی ہے۔ لا تُشَدُّ الرِّحال کا درست معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فيه بيان عظيم فضيلة هذه المساجد الثلاثة ومزيتها على غيرها لكونها مساجد الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم، ولفضل الصّلاة فيها. (۱)

’’اس حدیثِ مبارکہ میں ان تین مساجد کی فضیلت اور دنیا کی دیگر مساجد پر درجہ میں ان کی برتری کا بیان ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مساجد ہیں اور اس وجہ سے کہ ان میں نماز پڑھنے کا ثواب اور فضیلت زیادہ ہے۔‘‘

(۱) نووی، شرح صحيح مسلم، ۹: ۱۰۶

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ بعض علماء نے ان مساجد کے علاوہ قبورِ صالحین پر جانے میں الگ الگ آراء کا اظہار کیا ہے:

والصحيح عند أصحابنا، وهو الذي اختاره إمام الحرمين والمحققون أنه لا يحرم ولا يكره. قالوا: والمراد، أن الفضيلة التامة إنما هي في شدّ الرحال إلى هذة الثلاثة خاصة. والله أعلم. (۱)

’’ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے جسے امام الحرمین (ابو المعالی عبدالملک الجوینی) اور دیگر محققین ائمہ نے اختیار کیا وہ یہ کہ زیارتِ قبور حرام ہے نہ مکروہ، انہوں نے کہا اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ثواب کے لیے سفر اختیار کرنے میں مکمل فضیلت ان تین مساجد کے ساتھ خاص ہے۔‘‘

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے:

وفي هذا الحديث فضيلة هذه المساجد الثلاثة وفضيلة شدّ الرحال إليها لأن معناه عند جمهور العلماء لا فضيلة في شدّ الرحال إلى مسجد غيرها. (۲)

’’اس حدیث میں ان مساجد کی فضیلت اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کا بیان ہے اسی لیے جمہور ائمہ کے نزدیک ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف رختِ سفر باندھنے میں کوئی فضیلت نہیں۔‘‘

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۹: ۱۰٦

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۹: ۱٦۸

۳۔ امام سبکیؒ کی تحقیق

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے امام سبکی (۷۵٦ھ) کا قول نقل کیا ہے:

وقال السبكي الكبير : ليس في الأرض بقعة لها فضل لذاتها حتى تشدّ الرحال إليها غير البلاد الثلاثة، ومرادى بالفضل: ما شهد الشرع باعتباره و رتّب عليه حكمًا شرعيًا وأماّ غيرها من البلاد فلا تشد إليها لذاتها بل لزيارة، أو جهاد، أو علم، أو نحو ذلک من المندوبات، أو المباحات. قال: وقد التبس ذلک على بعضهم، فزعم أن شد الرحال إلى الزيارة لمن في غير الثلاثة داخل في المنع وهو خطأ لأن الاستثناء إنما يكون من جنس المستثنى منه فمعنى الحديث لا تشدّ الرحال إلى مسجد من المساجد أو إلى مكان من الأمكنة لأجل ذلک المكان إلا إلى الثلاثة المذكورة وشدّ الرحال إلى زيارة، أو طلب علم، ليس إلى المكان، بل إلى من في ذلک المكان. والله أعلم.(۱)

”عالمِ اجل علامہ کبیر سبکیؒ نے کہا: روئے زمین پر کوئی ایسا خطہ نہیں جسے ایسی ذاتی فضیلت حاصل ہو جس کی وجہ سے اس کی طرف سفر کیا جائے، سوائے ان تین جگہوں کے۔ فضیلت و شرف سے میری مراد وہ فضیلت ہے جیسے شریعت نے مقرر کیا ہے اور جس پر شرعی حکم مرتب ہوتا ہے اور جہاں تک ان تین جگہوں کے علاوہ دیگر مقامات کی بات ہے تو ان کے لیے فضیلت کے باعث سفر نہیں کیا جائے گا، بلکہ سفر کی وجہ ملاقات یا جہاد یا حصولِ علم یا اس طرح دیگر مستحب و مباح امور کا سر انجام دیا جانا ہو گا۔ علامہ سبکیؒ نے کہا: بعض لوگوں کو

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ٦٦

اس حدیثِ مبارکہ سے مغالطہ ہوا پس انہوں نے سمجھا کہ شاید ان تین مقامات کے علاوہ کہیں اور سفر کے لئے جانا حکمِ ممانعت میں داخل ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ قاعدہ کی رو سے استثناء یا تو جنس 'مستثنیٰ منہ' سے ہوتا ہے پس اس صورت میں حدیثِ مبارکہ کا معنی ہوگا مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے یا مقامات میں سے کسی مقام کی طرف ذاتی فضیلت کی وجہ سے سفر نہ کیا جائے سوائے مذکورہ تین مقامات کے۔ پس زیارت و ملاقات یا طلبِ علم کے لیے کسی جگہ کا سفر اس جگہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس جگہ میں رہنے والے کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

(۴) امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تحقیق

حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صحیح البخاري میں اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أن المراد حكم المساجد فقط. وأنه لا تشدّ الرحال إلى مسجد من المساجد فيه غير هذه الثلاثة وأما قصد غير المساجد لزيارة صالح أو قريب أو صاحب أو طلب علم أو تجارة أو نزهة فلا يدخل فى النهى، ويؤيده ماروى أحمد من طريق شهر بن حوشب قال سمعت أبا سعيد وذكرت عنده الصلاة فى الطور فقال: قال رسول الله ﷺ لا ينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلى مسجد تبتغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصى و مسجدي.(۱)

''لا تشد الرحال سے فقط مساجد مراد ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز (کا

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۵

زیادہ ثواب حاصل کرنے) کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے اور جہاں تک کسی صالح بزرگ یا عزیز رشتہ دار یا دوست کی زیارت و ملاقات کا تعلق ہے یا حصولِ علم، تجارت اور تفریح کے لیے سفر اختیار کرنا یہ حکمِ نہی میں داخل نہیں۔ اس بات کی تائید مسند احمد بن حنبل میں شہر بن حوشب کے طریق پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوسعید خدری سے سنا جبکہ میں نے ان کے سامنے کوہِ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے بیان کیا: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی نمازی کو زیادہ حصولِ ثواب کی نیت سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصی اور میری مسجد (مسجد نبوی) کے۔''

بعض لوگ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کو ممانعتِ سفرِ زیارت پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ کی حاضری کیلئے زیارت کے لفظ کو ناپسند کیا۔ ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کا حد درجہ ادب و احترام کرتے تھے، محبت اور تعظیم و توقیرِ نبی ﷺ میں آپ کا درجہ دیگر ائمہ کرام سے بڑھ کر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نسبتِ مصطفیٰ ﷺ دنیا و مافیھا سے بڑھ کر عزیز تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں قربِ مصطفیٰ ﷺ میں موت کی آرزو تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی فرض حج کے علاوہ کبھی مدینہ طیبہ سے باہر سفر نہ کیا، اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں مسکنِ مصطفیٰ ﷺ سے دورِ حیات مستعار چھن نہ جائے جبکہ مدینہ طیبہ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی شہرِ مدینہ میں سواری نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابنِ ھمام حنفی لکھتے ہیں:

كان مالک رحمه الله و رضي عنه لا يركب في طرق المدينة، وكان

يقول: أستحي من الله تعالى أن أطأ تربة فيها رسول الله ﷺ.[1]

”امام مالکؒ مدینہ منورہ کے راستوں پر سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور (اس کی وجہ یہ بیان) فرماتے تھے مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مقدس مٹی پر سوار ہو کر چلوں جس کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کا جسدِ اطہر ہے۔“

پس آپ جیسے صاحبِ محبت امام سے اس بات کی توقع بعید ہے کہ انہوں نے زیارت کو ناپسند فرمایا ہو۔ دراصل ان کے نزدیک درِ رسول ﷺ کی حاضری پر لفظِ زیارت کا اطلاق خلافِ ادب ہے۔ کیونکہ عام قبروں کے لیے لفظِ زیارت استعمال ہوتا ہے جس میں مسلمان مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اس میں زائر کو اختیار ہوتا ہے چاہے زیارت کرے چاہے نہ کرے جبکہ مالکیہ کے نزدیک درِ رسول ﷺ کی حاضری واجب ہے۔ اس لیے وہ اس کو عام زیارت کی طرح امرِ مباح نہیں گردانتے۔ لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ممانعتِ زیارت کا شائبہ نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ و عمل ہمارے سامنے ہے اور وہی قابلِ ترجیح ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ ہی فرماتے ہیں:

ما نقل عن مالك: أنه كره أن يقول زرت قبر النبي ﷺ. وقد أجاب عنه المحققون من أصحابه: بأنه كره اللفظ أدباً، لا أصل الزيارة. فإنها من أفضل الأعمال، وأجل القربات الموصلة إلى ذي الجلال، وأن مشروعيتها محل إجماع بلانزاع. والله الهادي إلى الصواب.[2]

”یہ جو امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے کہ کوئی شخص یہ

---

(۱) ابن ہمام، شرح فتح القدير، ۳: ۱۸۰

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۶

کہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کی۔ اس قول کا جواب امام مالک کے مقلدین محقق ائمہ کرام نے یہ دیا ہے کہ وہ ادباً حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے لفظِ ’’زیارت‘‘ کا اطلاق نا پسند فرماتے تھے نہ کہ سرے سے زیارت کا انکار کرتے تھے۔ کیونکہ زیارتِ روضۂ اطہر ان افضل اعمال اور بلند درجہ عبادات میں سے ہے جس کے ذریعہ رب ذوالجلال تک رسائی ہوتی ہے جبکہ زیارتِ روضۂ اقدس کی مشروعیت اجماع سے ثابت ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔‘‘

وہ مزید لکھتے ہیں:

قال بعض المحققين: قوله، إلا إلى ثلاثة مساجد، المستثنى منه محذوف. فأما أن يقدر عاماً، فيصير، لا تشد الرحال إلى مكان في أي أمر كان إلا إلى الثلاثة، أو أخص، من ذلک لا سبيل إلى الأوّل، لإفضائه إلى سد باب السفر، للتجارة وصلة الرحم، وطلب العلم، وغيرها. فتعين الثاني. والأولى أن يقدر ماهو أكثر مناسبة، وهو: لا تشد الرحال إلى مسجد للصّلاة فيه إلا إلى الثلاثة، فيبطل بذلک قول من منع شدّ الرحال إلى زيارة القبر الشريف وغيره من قبور الصّالحين. والله أعلم.(۱)

’’بعض محققین نے جو یہ کہا: اِلَّا اِلٰی ثَـلَاثَۃِ مَسَاجِدَ میں مُستثنٰی منہٗ محذوف ہے۔ پس یہاں یا تو مقدر عام مانیں گے اس صورت میں عبارت یوں ہو گی ’’لا تشد الرحال الی مکان فی أی امر کان الا الی ثلاثۃ‘‘ کسی بھی

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۶۶

مقصد کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اور سفر کے لیے رختِ سفر نہ باندھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں 'مستثنیٰ منہ' مقدر خاص مانیں گے۔ پہلی صورت تو ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ اس سے تجارت، صلہ رحمی اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے تمام اسفار کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس لازماً دوسری صورت کا تعیّن کرنا پڑے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس 'مستثنیٰ منہ' کو مقدر مانا جائے جس کی 'مستثنیٰ' کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مناسبت ہو اور وہ اس طرح ہے کہ "**لا تشد الرحال إلى مسجد للصلاة فيه إلا إلى الثلاثه**" (یعنی کسی بھی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تینوں کے) اور اس سے اس شخص کا قول باطل ہو گیا جو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور اور اس کے علاوہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کرنے سے منع کرتا ہے۔"

۵۔ علامہ بدرالدین عینیؒ کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ ھ) نے **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری** میں لکھا ہے:

فإن قيل فعلى هذا يلزم أن لا يجوز السفر إلى مكان غير المستثنى، حتى لا يجوز السفر لزيارة إبراهيم الخليل صلوات الله تعالى وسلامه عليه ونحوه. لأن المستثنى منه في المفرغ لا بد أن يقدر أعم العام. وأجيب بأن المراد بأعم العام ما يناسب المستثنى نوعًا ووصفًا، كما إذا قلت: ما رأيت إلا زيدًا، كان تقديره: ما رأيت رجلًا أو أحدًا إلا زيدًا. لا: ما رأيت شيئًا أو حيوانًا إلا زيداً. فهٰهنا تقديره: لا تشدّ إلى مسجد إلّا إلى

ثلاثة.(۱)

’’اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس حدیثِ مبارکہ سے یہ لازم آ رہا ہے کہ مستثنیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف سفر جائز ہی نہیں حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے مقابر کی طرف کیونکہ مستثنیٰ منہ مفرغ کے لیے لازم ہے کہ اس کا مقدر عام ہو۔ میری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عام سے مراد وہ عام ہے جو ازروئے نوع اور صفت مستثنیٰ کے مناسب ہے جیسے مَا رَأَیتُ اِلَّا زِیدًا کی تقدیرِ عبارت یوں ہوگی مَا رَأَیتُ رَجُلًا أَو احدًا اِلَّا زیدًا یہ عبارت نہیں ہوگی کہ مَا رَأیتُ شَیئًا أو حَیوانًا إلا زَیدًا پس اس حدیث مبارکہ میں تقدیرِ عبارت یوں ہوگی لَا تشد الرحال إلی مسجد إلا إلی ثلاثة۔‘‘

وہ مزید لکھتے ہیں:

وأوّل بعضهم معنی الحدیث علی وجه آخر، وهو أن لا یرحل في الاعتکاف إلا إلی هذه الثلاثة، فقد ذهب بعض السلف إلی أن الاعتکاف لا یصحّ إلا فیها، دون سائر المساجد، وقال شیخنا زین الدین من أحسن محامل هذا الحدیث: أن المراد منه حکم المساجد فقط، وأنه لا یشد الرحل إلی مسجد من المساجد غیر هذه الثلاثة. فأمّا قصد غیر المساجد من الرحلة في طلب العلم، وفي التجارة، والتنزه، وزیارة الصالحین، والمشاهد، وزیارة الإخوان، ونحو ذلک فلیس داخلاً في النهي. وقد ورد ذلک مصرحاً به في بعض طرق الحدیث.(۲)

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۷: ۲۵۳

(۲) عینی، عمدۃ القاری، ۷: ۲۵۴

’’بعض علماء نے اس حدیث کی تاویل ایک اور طریقے سے کی ہے وہ اس طرح کہ کوئی شخص اعتکاف کے لیے مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف بطور نذر سفر نہ کرے۔ بعض سلف کا قول ہے اعتکاف کی نذر مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں جائز نہیں۔ ہمارے شیخ حضرت زین الدین فرماتے ہیں اس حدیث کا صحیح ترین مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے یعنی ان مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف (زیادہ ثواب کی نیت سے) سفر نہ کیا جائے اور جہاں تک ان مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ حصولِ علم، تجارت، سیر و سیاحت صالحین اور مقابر کی زیارت اور دوستوں کی ملاقات کی نیت سے سفر کرنا اور اس طرح کے دوسرے اسفار اس نہی میں داخل نہیں اور بعض روایتوں میں تو یہ چیز صراحت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔‘‘

علامہ عینی نے مزید لکھا ہے:

فإن قلت: ما الجمع بين قوله في الحديث الصحيح لا تشدّ الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد و بين كونه كان يأتي مسجد قباء راكباً؟ قلت: قباء ليس مما تشدّ إليه الرِّحال فلا يتناوله الحديث المذكور. (۱)

’’اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی، **تشد الرحال إلا إلى ثلاثه مساجد** کہ رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تین مساجد کے اور آپ ﷺ کا یہ عمل کہ ’’آپ ﷺ مسجدِ قباء سواری پر تشریف لیجاتے تھے‘‘ دونوں میں تطبیق کیسی ہو گی تو اس کے جواب میں، مَیں کہتا ہوں کہ مسجد قبا ان مساجد میں سے نہیں جن کی طرف سفر کیا جاتا ہے پس یہ حدیث مذکور میں شامل ہی نہیں۔‘‘

---

(۱) عینی، عمدة القاری، ۷: ۲۶۰

٦۔ امام سیوطیؒ کی تحقیق

امام سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

والصحيح عند إمام الحرمين وغيره من الشافعية: أنه لا يحرم. وأجابوا عن الحديث بأجوبة، منها: أن المراد أن الفضيلة التامة في شد الرحال إلى هذه المساجد بخلاف غيره فإنه جائز. ومنها أن المراد أنه لا تشد الرحال إلى مسجد من المساجد للصلاة فيه غير هذه. وأما قصد زيارة قبر صالح و نحوها فلا يدخل تحت النهي، ويؤيده ما في مسند أحمد قال رسول الله ﷺ: لا ينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلى مسجد غير المسجد الحرام، والمسجد الأقصى، ومسجدي. انتهى.(۱)

''شوافع میں سے امام الحرمین (ابو المعالی عبدالملک الجوینی النیشا پوری) وغیرہ کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ قبورِ صالحین کی طرف سفر کرنا حرام نہیں اور ان ائمہ نے اس حدیث کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں فضیلت سے مراد ان مساجد ثلاثہ کی طرف شدِّ رحال کی فضیلت تامہ ہے جبکہ کسی دوسری جگہ کی طرف محض سفر جائز ہے، دوسرا جواب یہ کہ اس سے مراد ہے ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف زیادہ حصولِ ثواب کی خاطر، نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ لیکن کسی بزرگ صالح کی قبر اور اس طرح دیگر کام کے لیے اسفار نہی میں داخل نہیں، اس کی تائید مسند احمد بن حنبلؒ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی مسجد میں (زیادہ حصول ثواب کی خاطر) نماز ادا کرنے کی غرض سے سواری تیار نہ کی

(۱) سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ۱: ۱۰۲

جائے سوائے مسجدِ حرام مسجدِ اقصی اور میری اس مسجد کے۔“

۷۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق

اس حدیث کی مزید وضاحت میں ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

الرّحال، جمع رحلة، وهو كور البعير. والمراد نفي فضيلة شدّها ومربطها إلا ثلاثة مساجد، قيل: نفى معناه نهى. أي لا تشدّ الرّحال إلى غيرها، لأن ما سوى الثلاثة متساو في الرتبة غير متفاوت في الفضيلة، وكان الترحّل إليه ضائعاً عيشاً وفي شرح مسلم للنووي، قال أبو محمد: يحرم شدّ الرّحال إلى غير الثلاثة وهو غلط. وفي الإحياء ذهب بعض العلماء إلى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد، وقبور العلماء، والصالحين وما تبيّن إلى أن الأمر كذلك بل الزيارة مأمور بها بخبر: كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها. والحديث إنما ورد نهياً عن الشدّ بغير المساجد لتماثلها بل لا بلد إلا وفيها مسجد. فلا معنى للرحلة إلى مسجد آخر. وأما المشاهد فلا تساوى بل بركة زيارتها على قدر درجاتهم عند الله، ثم ليت شعري هل يمنع ذلك القائل شدّ الرحال لقبور الأنبياء كإبراهيم وموسىٰ ويحيىٰ والمنع من ذلك في غاية الإحالة، وإذا جوّز ذلك لقبور الأنبياء والأولياء في معناهم فلا يبعد أن يكون ذلك من أغراض الرحلة كما أن زيارة العلماء في الحياة من المقاصد.(1)

(۱) علی القاری، مرقاة المفاتيح، ۲: ۱۹۰

’’اس حدیث مبارکہ میں رِحال، رِحْلَة کی جمع ہے جس کا معنی اونٹ پر سامان باندھنا ہے، اور اس سے مراد مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کی فضیلت کی نفی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہاں نفی بمعنی نہی ہے یعنی (زیادہ حصول ثواب کے لیے) ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر اختیار نہ کیا جائے کیونکہ ان مساجد کے علاوہ تمام مساجد درجۂ ثواب میں برابر ہیں۔ باعتبارِ فضیلت کسی میں کوئی کمی بیشی نہیں، اس لئے ان کی طرف (زیادہ ثواب کے لیے نماز کی غرض سے) سفر بے فائدہ ہے۔ شرح مسلم نووی میں لکھا ہے کہ ابو محمد جوینی نے جو یہ کہا کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر حرام ہے یہ غلط ہے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مشاہد اور علماء صلحاء کے مقابر کی زیارت سے منع کیا ہے لیکن میں اس حدیث کا مفہوم یہ سمجھا ہوں کہ اس میں مقابر و مشاہد کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ’’میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تمہیں اس کی اجازت ہے، اور حدیث شد رحال میں دیگر مساجد کی طرف زیادہ ثواب کے حصول کے لئے سفر کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد ثواب میں برابر ہیں، بلکہ دنیا میں کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں مسجد نہ ہو لہٰذا کوئی شخص دوسری مسجد کی طرف محض ادائیگی نماز کیلئے کیوں جائے گا۔ تاہم زیادہ ثواب کے لئے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مشاہد اور مقابر درجہ میں برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی فضیلت و برکت ان کے اندر مدفون حضرات کے ان درجات پر موقوف ہے جو بارگاہِ الٰہی میں انہیں حاصل ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی طرف شد رجال سے بھی منع کرتے ہیں۔ قبور کی طرف سفر سے روکنا بڑے تعجب کی بات ہے اور جب اولیاء علماء اور صلحاء کرام کے مقابر کی

طرف سفر کرنا جائز ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ سفر کے اغراض میں یہ (بھی علماء کرام کے مقابر) شامل ہوں جیسا کہ علماء کرام کی زیارت ان کی زندگی میں باعثِ ثواب ہے۔“

۸۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) أشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحال کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وگفت بندۂ مسکین کاتبِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللّٰہ عنہ انا کہ مقصودِ بیان اهتمامِ شانِ این سہ بقعہ وسفر کردن بجانب آنہاست کہ متبرك مقامات است یعنی اگر سفر کنند بایں سہ مسجد کنند و بغیر آن گرانی مشقت کشیدن نمی کنند نہ آنکہ سفر بجز این موضع درست نبا شد مصرع۔

دل اگر بار کشد باز بکاری باری(۱)

”بندۂ مسکین راقمِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللہ عنہ کہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں ارشاد نبوی سے مقصود ان تین مقامات مقدسہ کی شان کی عظمت اور ان کی جانب سفر کرنا ہو کیونکہ یہ تین مقامات سب سے بڑھ کر بابرکت ہیں یعنی اگر سفر مطلوب ہو تو ان تین مساجد کی طرف سفر کرنا چاہیے اور لوگ ان مقامات کے علاوہ کسی اور مقام کی طرف سفر کی مشقت برداشت نہیں کرتے۔ حدیثِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان تین مقامات کے علاوہ کسی اور طرف سفر کرنا جائز ہی نہیں مصرع

(۱) عبدالحق، أشعة اللمعات، ۱: ۳۲۴

دل اگر بوجھ اٹھانا چاہے تو کسی صحیح مقصد و کام کیلئے اٹھانا چاہیے۔‘‘

۹۔ امام زرقانیؒ کی تحقیق

امام زرقانی (م۱۱۲۲ھ) نے مؤطاء کی شرح میں لکھا ہے:

استثناء مفرغ أي إلی موضع للصلاة فيه إلا هٰذه الثلاثة، وليس المراد أنه لا يسافر أصلاً إلا لها.(۱)

’’اس حدیث میں استثناء مفرغ ہے یعنی کسی بھی جگہ ادائیگی نماز کے لیے سوائے ان تین مساجد کے رخت سفر نہ باندھا جائے حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سفر ہی نہ کیا جائے سوائے ان تین مقامات کے۔‘‘

اجل ائمہ و شارحینِ حدیث کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ حدیث کا لا تشد الرحال صرف ثواب کی نیت سے دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کو مستلزم ہے۔ رہا دیگر مقاصد کے لیے سفر تو وہ جائز ہے کیونکہ اگر ممانعتِ سفر کے قائلین کا قول مان لیا جائے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا میں کسی بھی جگہ حتی کہ اولیاء کرام کے مزارات اور دیگر نیک مقاصد کے لیے سفر حرام ہے تو اس صورت میں انسانی زندگی اجیرن ہو جائے گی اور انسان عضو معطل بن کر رہ جائے گا وہ اپنی آبادی سے باہر کبھی بھی نہ جا سکے گا نہ حصولِ علم، نہ تجارت، نہ عیادت و ملاقات اور نہ اشاعتِ دین کے لیے حتی کہ ان تین مساجد کی فضیلت عامہ کے تعین کے بغیر کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بھی اس قول کے مطابق ممنوع ٹھہر جائے گا۔ حالانکہ محسن انسانیت حضور سرور کائنات ﷺ نے خود سفر فرمائے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام اشاعت دین کے لئے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے۔ خود آپ ﷺ نے حصولِ علم کے لئے دور دراز مقامات تک سفر کی ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ حدیث کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ دنیا میں کہیں بھی سفر نہ کیا جائے بلکہ اس حدیث کا صحیح معنی و مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں جتنی مسجدیں ہیں ان میں سے صرف یہ تین مساجد ایسی ہیں کہ جنہیں فضیلت تامہ حاصل ہے۔ ان میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت اور ثواب ہے مثلاً

(۱) زرقانی، شرح الموطا، ۱: ۳۲۰

۱۔ مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

۲۔ مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

۳۔ مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

دنیا کی دیگر مساجد کو یہ فضیلت حاصل نہیں تو حدیثِ مبارکہ کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص کو اپنے محلّہ اور آبادی کی مسجد میں وہی ثواب ملے گا جو دنیا کی دیگر مساجد میں ملتا ہے تو اس تصور کے ساتھ کہ شاید فلاں مسجد میں اس مسجد سے زیادہ ثواب ملے گا سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر ادائیگی نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو پھر حدیث میں مذکورہ مقامات کی طرف ہی سفر کرے اور جہاں تک مطلقاً سفر کی بات ہے تو گزشتہ صفحات میں ائمہ حدیث اور فقہاء کے صحیح اقوال اور تشریحات سے ثابت ہوا کہ جائز ہے عام سفر کی کہیں بھی ممانعت اور حرمت نہیں۔

۳۔ دیگر احادیثِ مبارکہ سے صحیح مؤقف کی تائید

درج بالا مؤقف کی تصریح و تائید خود اِرشادِ نبوی ﷺ سے ہوتی ہے:

۱. لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيّ أَنْ تَشَدَّ رِحَالُهَ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيْهِ الصَّلَاةُ، غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَ مَسْجِدِي هَذَا.(۱)

’’کسی مسجد میں (زیادہ ثواب کے حصول کے لئے) نماز ادا کرنے کی غرض سے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۴،۶۴

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۲:۴۸۹، رقم: ۱۳۲۶

۳۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۱:۲۴۳

۴۔ امام ہیثمی نے ’’مجمع الزوائد (۴: ۳)‘‘ میں اِس حدیث کے نفسِ مضمون کو حسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ’الصحیح‘ میں اِسی طرح ہے۔

سفر کے لئے سواری تیار نہ کی جائے، سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اَقصیٰ اور میری اِس مسجد کے۔‘‘

اِس حدیث میں مستثنیٰ منہ صریحاً مذکور ہے جو کہ ’مسجد‘ ہے لہٰذا شرحُ الحدیث بالحدیث کے بعد اب کوئی جواز باقی نہیں رہتا کہ کوئی شخص خواہ مخواہ اپنی طرف سے کسی ایسے لفظ کو مستثنیٰ منہ قرار دے جو نہ تو عربی لغت کے اُسلوب کے مطابق درست ہے اور نہ فصاحت و بلاغتِ نبوی ﷺ کے لائق ہے، بلکہ خود توضیحِ نبوت کے بھی خلاف ہے۔

ثانیاً حدیثِ مذکور میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ نماز ادا کرنے کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، جس کا مطلب لامحالہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اِس کی مزید وضاحت اِس حدیثِ نبوی ﷺ سے بھی ہو جاتی ہے:

لَا تُشَدُّ رِحَالُ الْمَطِيِّ إِلَی مَسْجِدٍ يُذْکَرُ اللهُ فِيْهِ إِلَّا إِلَی ثَـلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ، وَبَيْتِ الْمَقْدَسِ. (۱)

’’اللہ کا ذکر کرنے کی نیت سے کسی مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے، سوائے اِن تین مساجد کے: مسجدِ حرام، مسجدِ مدینہ اور بیت المقدس۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ میں واضح الفاظ میں تین مسجدوں کے علاوہ اس نیت سے کسی اور مسجد کی طرف اس نیت کے تحت سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کہ اُس میں اللہ کا ذکر کر کے زیادہ ثواب حاصل کیا جائے۔

۳۔ اِس کی تصریح و تائید اِس حدیثِ نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) أبو يعلی، المسند، ۲: ۴۸۹، رقم: ۱۳۲۶

إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَـلاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ إِيْلِيَاءَ.(۱)

”(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) صرف اِن تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے: مسجدِ کعبہ، میری مسجد اور مسجدِ ایلیاء (بیت المقدس)۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں اُسلوبِ اِستثناء بیان نہیں کیا گیا بلکہ اُسلوبِ حصر اِختیار کیا گیا ہے۔ پچھلی احادیث میں چونکہ اُسلوبِ استثناء تھا اِس لئے یہ اَمر زیرِ بحث تھا کہ مستثنیٰ منہ کیا ہے، جبکہ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِستثناء کا اُسلوب ہی نہیں۔ لہٰذا یہ بیانِ حصر ہماری پوری بحث کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اِس میں حصر صرف مساجد کا ہے اور باقی مساجد کی طرف سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طریقِ حصر پر مشتمل ایک اور حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

إنما تُضْرَبُ أَكْبَادُ الْمَطِيّ إِلَى ثَـلاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب لا تشد الرحال إلا إلي ثلاثة مساجد، ۲: ۱۰۱۵، رقم: ۱۳۹۷
۲۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۵: ۲۴۴، رقم: ۱۰۰۴۴
۳۔ أيضاً، دلائل النبوة، ۲: ۵۴۵

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۲۷۶، ۲۷۷، رقم: ۲۱۵۹
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۴۳۵، رقم: ۶۵۵۸
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۳۷۸، رقم: ۲۸۱۱
طبرانی کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہے اور ابویعلٰی کی بیان کردہ روایت کے رِجال ثقہ ہیں۔

''صرف تین مساجد کی طرف سفر کے لئے سواری تیار کی جائے: مسجدِ حرام، میری یہ مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔''

اِن احادیثِ مبارکہ سے صراحت ہو گئی کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد، مقام، شہر یا جگہ کی طرف اجر و ثواب کی نیت کے بغیر سفر کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور نہ ہی شَدُّ الرِّحال والی حدیث کا موضوع ہے۔

اِن مساجد میں ادا کی جانے والی نمازوں پر ملنے والے غیر معمولی اَجر و ثواب کے حوالے سے بھی متعدّد احادیث وارد ہیں۔

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِی أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ.(۱)

''میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ایک ہزار نمازیں (ادا کرنے) سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں (ادا کی ہوئی) ایک نماز (دوسری مساجد میں ادا کردہ) ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔''

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی اِسناد صحیح اور رِجال ثقہ ہیں۔

۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ ...... فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ

(۱) ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الحرام و المسجد النبوي ﷺ، ۲:۱۸۶، رقم: ۱۴۰۶

الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ. [1]

’’جو شخص مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھے اُسے پچاس ہزار نمازوں کا اور جو مسجدِ حرام میں نماز پڑھے اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔‘‘

اس فصل کو خلاصتہً دو اہم نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے درجِ بالا تائیدی ارشاداتِ عالیہ سے ثابت ہوا کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَال والی احادیث کا مطلب تضاعفِ ثواب ہے یعنی زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے سفر کرنا صرف اِن ہی تین مساجد کی طرف جائز ہے جبکہ اِس غرض سے اُن کے علاوہ روئے زمین کی کسی اور مسجد کی طرف اس نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

۲۔ اس حدیثِ مبارکہ کا صحیح معنی ومفہوم اُن اجل ائمہِ حدیث نے بیان کیا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیثِ رسول ﷺ کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کیۓ رکھی اور تحصیلِ حدیث میں اتنی محنت کی کہ درجہ حفاظ میں شامل ہو گئے۔ ایسے تمام ائمہ کرام کی رائے مفہوم حدیث کی وضاحت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کی مستند رائے کی موجودگی میں کسی اور کی ذاتی اور غیر مناسب رائے کی طرف التفات کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی۔

لٰہذا ثابت ہوا کہ لَا تُشَدُّ الرِّحال میں صرف اسی سفر کی ممانعت ہے جو اِن تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز کے زیادہ ثواب کی نیت سے ہو، اگر کوئی شخص کسی اور جائز نیت سے یا فقط زیارت کے لئے کسی متبرک مقام یا ہستی کی زیارت کو جائے تو وہ ہرگز اس حدیث میں شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی قبرِ انور کی طرف زیارت کی خصوصی توجہ دلائی نیز اولیاء و صالحین کی قبور پر جا کر امت کے لئے اپنی سنت مقرر فرما دی جس پر اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں تفصیلی بحث ہو گی۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة في المسجد الحرام ومسجد النبي ﷺ، ۲: ۱۹۰، ۱۹۱، رقم: ۱۴۱۳

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۷، رقم: ۷۰۰۴

باب سوُم

زِیارتِ صالحین

گزشتہ باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اِرشاداتِ گرامی کی روشنی میں ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی قبرِ انور کی حاضری نہ صرف جائز بلکہ ایمانی جلا حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے فیوض وبرکات میں سے کچھ حصہ آپ ﷺ کی امت کے اولیاء اور صالحین کو بھی میسر آیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اِن کی زیارت کے لئے بھی اُن کے مساکن اور مزارات پر حاضری دی جائے۔ زیرِنظر باب میں اولیاء و صالحین کی زیارت پر احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے احوال واقوال کی روشنی میں بیان ہوگا۔

ا۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا نبوی معمول

حضور نبی اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس شہداء اور صالحین کی قبور پر تشریف لے جا کر دعا فرمائی اور آپ ﷺ کی اتباع میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول رہا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اولیاء کی قبور پر جانا حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ ائمہِ حدیث وتفسیر مثلاً امام عبدالرزاق، امام طبری، امام سیوطی اور امام ابنِ کثیر وغیرہ نے آپ ﷺ کا معمول بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔ امام عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ) نے بیان کیا ہے:

عن محمد بن إبراهيم قَالَ كَانَ النَّبِي ﷺ يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأسِ الْحَوْلِ فَيَقُوْلُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

الدَّارِ. قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ.(۱)

''حضرت محمد بن ابراہیم التیمی سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سال کے آغاز میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے صلہ میں آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔ روای نے کہا: حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

امام طبری (م ۳۱۰ھ) نے اسی روایت کو اپنی تفسیر ''جامع البیان فی تفسیر القرآن (۱۳: ۱۴۲)'' میں، امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اپنی تفسیر (الدرالمنثور فی التفسیر بالمأثور (۴: ۶۴۱)'' میں اور امام ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ) نے ''تفسیر القرآن العظیم (۲: ۵۱۲)'' میں بیان کیا ہے۔

۲۔ شیخین کے عمل سے زیارتِ صالحین کا ثبوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزُوْرُهَا.(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۳

۲۔ عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، فضائل الصحابۃ، باب من فضائل أم أیمن، ۴: ۱۹۰۷، رقم: ۲۴۵۴

۲۔ ابن ماجۃ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه، ۱: ۵۲۳، رقم: ۱۶۳۵

۳۔ أبو یعلی، المسند، ۱: ۷۱، رقم: ۶۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلو حضرت اُم ایمن کی زیارت کر کے آئیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔‘‘

مذکورہ حدیث کی شرح میں امام نووی (م ٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

فيه زيارة الصّالحين وفضلها وزيارة الصّالح لمن هو دونه، وزيارة الإنسان لمن كان صديقه يزوره، ولأهل ود صديقه، وزيارة جماعة من الرّجال للمرأة الصّالحة وسماع كلامها، واستصحاب العالم والكبير صاحباً له في الزّيارة والعيادة ونحوهما، والبكاء حزناً على فراق الصّالحين والأصحاب وإن كانوا قد انتقلوا إلى أفضل مما كانوا عليه، والله أعلم.[1]

’’اس حدیثِ مبارکہ میں صالحین کی زیارت اور اس کی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی طرح کسی صالح شخص کا (مقام و مرتبہ کے لحاظ سے) اپنے سے کم درجہ شخص کی ملاقات کے لیے جانا، کسی انسان کا اپنے دوست احباب کی زیارت کرنا، مردوں کا با جماعت کسی نیک اور صالح خاتون کی ملاقات اور اس کی گفتگو سننا، اسی طرح کسی عالم اور بزرگ کا اپنے دوست کو زیارت و ملاقات اور عیادت وغیرہ کے لئے اپنے ساتھ لے جانا، صالحین اور دوست و احباب کی مفارقت پر غمگین ہونا اور رونا اگرچہ وہ اونچے درجے کی طرف منتقل ہوگئے ہوں (بھی اس حدیثِ مبارکہ سے) ثابت ہے۔‘‘

۳۔ فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیارتِ صالحین کی فضیلت و ترغیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ میں اولیاء، صالحین اور کامل

(۱) نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، ١٦: ٩-١٠

مومنین کی زیارت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جن میں سے چند فرامینِ مبارکہ درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) متعلقین کو اپنی ملاقات و زیارت کے لئے بلانا جائز ہے

امام بخاری اور دیگر ائمہِ حدیث وتفسیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

مَا يَمْنَعُکَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ (وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّکَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا).(۱)

’’جتنی بار تم ہماری زیارت کو آتے ہو؟ تم اس سے زیادہ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اور جبرئیل میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہو کہ) ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر (زمین پر) نہیں اتر سکتے اور جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے (سب) اسی کا ہے۔‘‘ (مریم، ۱۹: ۶۴)

اس محبت کے جذبات سے لبریز حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب وما نتنزل إلا بأمر ربك، ۴: ۱۷۶۰، رقم: ۴۴۵۴

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة مريم، ۵: ۳۱۶، رقم: ۳۱۵۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۱، رقم: ۲۰۴۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۹۴، رقم: ۱۱۳۱۹

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۳۳، رقم: ۱۲۳۸۵

جبرئیل علیہ السلام کو اپنی زیارت کے لئے بار بار آنے کی خواہش کی تاکہ محبوبِ حقیقی کے پیغام کو دیکھ دیکھ کر دیدۂ و دل کو قرار حاصل ہوتا رہے۔ اس سے ائمہ نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ کسی صالح شخص کا اپنے نیک صالح دوستوں کو اپنی ملاقات وزیارت کے لئے بلانا بھی جائز و ثابت ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب المجموع میں مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے:

ويستحب أن يطلب من صاحبه الصالح أن يزوره وأن يزوره أكثر من زيارته لحديث ابن عباس.[1]

’’یہ بات مستحب ہے کہ کوئی شخص اپنے صالح دوست سے اس بات کا تقاضا کرے کہ وہ جتنی بار اس کی زیارت و ملاقات کے لئے آتا ہے اس سے زیادہ مرتبہ آئے اور یہ بات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہے۔‘‘

(۲) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا پہلا انعام

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ.[2]

---

(۱) نووی، المجموع، ۴: ۵۱۸

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۵، رقم: ۵۷۵

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۱۸۶، رقم: ۷۳۱۴

اس حدیث کو امام مالك نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

”میری محبت واجب ہوگئی: میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے۔“

۲۔ حضرت ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں داخل ہوا تو اچانک میں نے ایک خوبصورت چمکتے ہوئے دانتوں والا نوجوان دیکھا جس کے ساتھ کچھ لوگ تھے (ایک روایت میں ہے: اس نوجوان کے ساتھ بیس صحابہ اور ایک روایت میں تیس صحابہ تھے) جب وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے اقوال سے مدد لیتے۔ میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا:

هَذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی الله عنه، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، قَالَ: فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ، مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَقَالَ: أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَقَالَ أَاللهِ؟ فَقُلْتُ: أَاللهِ، فَأَخَذَ بِحَبْوِ رِدَائِي. (وفي رواية: بِحَبْوَتِي رِدَائِي) فَجَذَبَنِي إِلَيْهِ، وَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ.(۱)

”یہ حضرت معاذ بن جبل رضی الله عنه ہیں، جب اگلا دن ہوا تو میں جلدی سے مسجد پہنچا وہاں میں نے اس نوجوان کو خود سے پہلے وہاں پہنچا ہوا اور نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ کہتے ہیں: میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ

(۱) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۵۳، رقم: ۱۷۱۱
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۳، رقم: ۲۲۰۸۳
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۵، رقم: ۵۷۵

ہوئے۔ پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے سے آیا۔ میں نے انہیں سلام کیا، اور پھر عرض کیا: خدا کی قسم! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑا (اور ایک روایت میں ہے میری چادر کے دونوں کنارے پکڑے) اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو، میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر آپس میں بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہے۔‘‘

(۳) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا دوسرا انعام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرُفًا تُرَى ظَوَاهِرُهَا مِنْ بَوَاطِنِهَا، وَبَوَاطِنِهَا مِنْ ظَوَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيْهِ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيْهِ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيْهِ.(۱)

’’جنت کے اندر کئی قیام گاہیں ایسی ہیں جن کی بیرونی زیب و زینت اندر سے اور اندرونی خوبصورتی باہر سے دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۱۹۳، رقم: ۳۹۰۳
۲۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۴۸، رقم: ۳۸۹۶
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۷۸

رکھتے ہیں، اُسی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

(۴) زیارتِ صالحین رضائے الٰہی کا سبب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰی، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلَی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَی عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُوْلُ اللهِ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ. (۱)

’’ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے کسی دوسرے گاؤں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ اس کے انتظار میں بٹھا دیا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے پوچھا، تیرا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتہ نے پوچھا، کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا تھا جس کا بدلہ حاصل کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ مجھے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے۔ تب اس فرشتہ نے کہا: میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہو اسی طرح اللہ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی الله، ۴: ۱۹۸۸، رقم: ۲۵۶۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۳۱، رقم: ۵۷۲

تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔‘‘

امام نووی (م ٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

وفيه فضيلة زيارة الصّالحين والأصحاب.(١)

’’اس حدیثِ مبارکہ میں زیارتِ صالحین اور دوست احباب کی ملاقات کی فضیلت کا بیان ہے۔‘‘

۴۔ زیارتِ صالحین کے فیوض و برکات سے متعلق ائمہ کے اقوال

۱۔ ائمہِ احناف میں سے علامہ عبدالرحمن عمادی حنفی نے زیارتِ صالحین کو مقبولِ بارگاہ عمل قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

إن زيارة الصالحين من أقرب القربات وهي لاستمطار سحائب البركات ومن الأمور المجرّبات وقد أمرنا بالتّعرّض للنفحات ولا شک أن مواطنهم من أكبر مظنات إجابة الدعوات.(٢)

’’بے شک صالحین کی زیارت بلند درجہ باعث ثواب عمل ہے۔ یہ ان آزمودہ اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ برکات کی بارش ہوتی ہے۔ ہمیں (ان کی

(۱) نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، ١٦: ١٢۴

(۲) عمادی، الروضة الريا فيمن دفن بداريا، ۱: ۵۵

یاد رہے کہ علامہ عمادی نے مذکورہ کتاب دمشق کی ایک بستی ”داریا“ میں مدفون صالحین کے بارے میں لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ کن کن مقبولِ بارگاہ ہستیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ اسی بستی ”داریا“ کی نسبت سے علماء اپنے ناموں کے ساتھ دارانی لکھتے ہیں۔

برکات کے) عطیات کو حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی قیام گاہیں قبولیتِ دُعا کے لئے مجرب جگہیں تصور کی جاتی ہیں۔"

۲۔ علامہ ابن الحاج الفاسی المالکی (م ۷۳۷ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "المدخل" میں زیارتِ قبور کے احکام حُسنِ ترتیب کے ساتھ تفصیل سے لکھے ہیں۔ زیارتِ اولیاء و صالحین کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے:

وينبغي له أن لا يخلي نفسه من زيارة الأولياء والصّالحين الذين برؤيتهم، تحي القلوب الميتة، كما تحي الأرض، بوابل المطر فتنشرح بهم الصدور الصلبة، و تهون برؤيتهم الأمور الصعبة، اذ هم وقوف على باب الكريم المنّان، فلا يردّ قاصدهم و لا يخيب مجالسهم ولا معارفهم ولا محبهم. اذ هم باب الله المفتوح لعباده، ومن كان كذالک فتعين المبادرة إلى رؤيتهم، واغتنام بركتهم ولأنه برؤية بعض هؤلاء يحصل له من الفهم والحفظ وغيرهما ما قد يعجز الواصف عن وصفه، ولأجل هذا المعنى ترى كثيراً ممن اتصف بما ذكر له البركة العظيمة فی علمه و فی حاله فلا يخلي نفسه من هذا الخير العظيم لكن بشرط أن يكون محافظاً على اتّباع السّنّة فی ذلک كله.[1]

"متعلم کے لئے ضروری ہے کہ ان اولیاء و صالحین کی زیارت سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کرے جن کی زیارت سے مُردہ دل اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ان کی زیارت سے پتھر دل نرم و کشادہ ہوتے ہیں۔ ان کی زیارت کی برکت سے مشکل اُمور آسان

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۱۳۹

ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جو کریم اور منان ہے اس کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کو رد نہیں فرماتا اور ان کے ہم مجلس، ان کی پہچان رکھنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو ناکام و نامراد نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بابِ رحمت ہیں جو اس کے بندوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ پس جو بندۂ خدا ایسی صفات سے متصف ہو اس کی زیارت اور اس کی برکت سے مستفیض ہونے کے لئے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ان میں بعض ہستیوں کی زیارت کرنے والے کو ایسا فہم، برکت اور حافظہ نصیب ہوتا ہے کہ بیان کرنے سے باہر ہے۔ اسی معنی کی بدولت آپ بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو علم و حال میں کثیر برکت ملی۔ اس نعمت کی قدر کرنے والا خود کو اس عظیم خیر و برکت سے علیحدہ نہیں کرتا لیکن شرط یہ ہے کہ جس کی زیارت کی جائے وہ ان تمام اُمور میں سنت کا محافظ اور تابع شریعت ہو۔‘‘

۳۔ علامہ ابن الحاج نے امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب ’’سفينة النجاء لأهل الالتجاء‘‘ جس میں انہوں نے شیخ ابی النجار کی کرامات کا بیان کیا ہے، کے حوالے سے لکھا ہے:

أن زيارة قبور الصّالحين محبوبة لأجل التّبرّک مع الاعتبار فإن برکة الصّالحين جارية بعد مماتهم کما کانت في حياتهم والدّعاء عند قبور الصّالحين والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدين، انتهى.(۱)

’’حصولِ برکت کے لیے قبورِ صالحین کی زیارت مستحب عمل ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہے اسی طرح ان کی

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۲۵۵

موت کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمہٗ دین اور علماءِ محققین کا معمول رہا ہے۔‘‘

۴۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے:

من كانت له حاجة فليذهب إليهم وليتوسّل بهم بقوله عليه الصلاة والسلام (لا يشد الرحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدى والمسجد الأقصى) انتهى. وقد قال الإمام الجليل أبو حامد الغزالى فى كتاب آداب السفر من كتاب الإحياء له ماهذا نصه. القسم الثانى وهو أن يسافر لأجل العبادة، إما لجهاد أو حج إلى أن قال: ويدخل فى جملته زيارة قبور الأنبياء وقبور الصّحابة والتّابعين وسائر العلماء والأولياء وكل من يتبرّك بمشاهدته فى حياته يتبرّك بزيارته بعد وفاته. ويجوز شدّ الرحال لهذا الغرض ولا يمنع من هذا، قوله ﷺ: (لاتشدّ الرِحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي والمسجد الأقصى) لأن ذلک فى المساجد لأنها متماثلة بعد هذه المساجد والا فلا فرق بين زيارة الأنبياء، والأولياء، والعلماء فى أصل الفضل، وإن كان يتفاوت فى الدرجات تفاوتاً عظيماً بحسب اختلاف درجاتهم عند الله ﷻ. الله تعالٰى أعلم.(۱)

’’جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ وہ صالحین کی قبروں اور ان کے مقابر پر جائے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲:۲۵۵، ۲۵۶

کسی طرف جانے کے لئے سامانِ سفر نہ باندھا جائے، مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجدِ اقصیٰ، امام غزالی نے احیاء العلوم کے آدابِ سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لیے سفر کرنا بھی اس عملِ خیر میں شامل ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے حدیث مبارکہ کہ "ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے" میں اس مقصد کے لیے سفر کی ممانعت نہیں، کیونکہ یہ حکم زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مساجد کی طرف سفر کرنے سے متعلق ہے ان تینوں مساجد کے علاوہ دیگر تمام مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ ورنہ (اگر ہر سفر کو ناجائز قرار دیا جائے) تو انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ اور علماء کی زیارت میں اصلاً کوئی فضیلت باقی نہیں رہے گی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ میں ان کے درجات کے مطابق بہت بڑا فرق ہے۔"

۵۔ مقاماتِ مقدّسہ کی زیارات کے لئے سفرِ عمل مشروع ہے

علامہ ابن الحاج ہی نے انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مقدسہ کی زیارت کا بھی طریقہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وأما عظيم جناب الأنبياء والرّسل صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين، فيأتي إليهم الزائر ويتعين عليه قصدهم من الأماكن البعيدة، فإذا جاء إليهم فليتصف بالذل، والانكسار، والمسكنة والفقر، والفاقة، والحاجة، والاضطرار، والخضوع، ويحضر

قلبه، وخاطره إليهم، وإلى مشاهدتهم بعين قلبه، لا بعين بصره، لأنهم، لا يبلون ولا يتغيرون، ثم يثنى على الله تعالٰى بما هو أهله، ثم يصلي عليهم ويترضى عن أصحابهم، ثم يترحم على التّابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين، ثم يتوسّل إلى الله تعالٰى بهم في قضاء مآربه، ومغفرة ذنوبه، ويسغيث بهم، ويطلب حوائجه منهم، ويجزم بالإجابة ببركتهم، ويقوي حسن ظنه في ذلک فإنهم باب الله المفتوح. وجرت سنته سبحانه وتعالٰى في قضاء الحوائج على أيديهم، وبسببهم، ومن عجز عن الوصول إليهم فليرسل بالسّلام عليهم ويذكر ما يحتاج إليه من حوائجه ومغفرة ذنوبه، وستر عيوبه إلى غير ذلک، فإنهم السادة الكرام، والكرام لا يردّون من سألهم، ولا من توسّل بهم، ولا من قصدهم، ولا من لجأ إليهم.[1]

’’جہاں تک انبیاء و رُسل کرام علیھم السلام کی عظیم بارگاہوں میں حاضری کا تعلق ہے تو ان عظیم مقامات مقدسہ کے آداب یہ ہیں کہ زائر مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا ارادہ کرکے چلے۔ جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی عاجزی وانکساری، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ آئے۔ حضورِ قلب کے ساتھ حاضر ہو اور سر کی آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے بلکہ دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے مبارک اجسام بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر اُن (انبیاء علیھم السلام) پر صلوات بھیجے پھر ان کی تمام اصحاب اور قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لیے رضوان اور رحمت کی دعا

(۱) ابن الحاج، المدخل، ۲: ۲۵۸

کرے، پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی قبولیت پر یقین رکھے۔ اس باب میں اپنا حسنِ ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام (رحمتِ) باری تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور یہ ہمیشہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے اپنے بندوں کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام کے مزاراتِ مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے ان سے شفاعت کی درخواست کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازے گا کیونکہ وہ صاحبِ کرم بزرگ ہستیاں ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے وہ اس کی درخواست کو مسترد نہیں کرتے۔‘‘

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جمہور امتِ مسلمہ کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں اور اگر وہ وصال فرما گئے ہوں تو پھر ان کے مزارات پر فیوضات و برکات کے حصول کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عملِ صالح کو ناجائز و حرام قرار نہیں دیا کیونکہ یہ عمل اصلاً مشروع ہے نسبتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے، اکابر ائمہ و بزرگانِ دین کا معمول ہے۔ ائمہ حدیث نے بھی اس کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔

۶۔ متبرک مقامات کی زیارت اَئمہِ دین کا پسندیدہ معمول

ائمۂ مؤرخین اور اہلِ سیر نے علماء کے پسندیدہ اور صالح معمولات کے بیان کو اپنی کتب کی زینت بنایا ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اسلاف، صالحین کی زیارت کو ہمیشہ سے ایک پسندیدہ اور مقبول بارگاہ عمل سمجھتے رہے۔ ورنہ کس طرح وہ اپنے گونا گوں علمی تدریسی

مشاغل میں سے بطورِ خاص سفر کے لئے وقت نکال سکتے۔ چند ایک معمولات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت

امام شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وجعل علی قبرہ قبة فهو یزار ویتبرک به.[1]

''اُن کی قبر مبارک پر قبہ بنایا گیا، اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔''

(۲) امام شافعیؒ کا امامِ اعظمؒ کے مزار پر حاضری کا معمول

خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) اور بہت سے ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام شافعیؒ جب بغداد میں ہوتے تو حصولِ برکت کی غرض سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے۔ خطیب بغدادیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی، امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے مزار کی برکات کے بارے میں خود اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنّي لأتبرّک بأبي حنيفة، وأجيء إلى قبره في کلّ يوم – يعني زائرًا – فإذا عُرضت لي حاجة صلّيت رکعتين، وجئتُ إلى قبره، و سألت الله تعالى الحاجة عنده، فما تبعد عنّي حتى تقضى.[2]

---

(۱) شمس الدین سخاوی، التحفة اللطیفة في تاریخ المدینة الشریفة، ۱:۳۰۷

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱:۱۲۳

۲۔ ابن حجر هیتمی، الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم: ۹۴

۳۔ ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار، ۱:۴۱

۴۔ زاهد الکوثری، مقالات الکوثری: ۳۸۱

’’میں امام ابو حنیفہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ (قبر کی برکت کے سبب) میری حاجت پوری ہوچکی ہوتی ہے۔‘‘

غور کیا جائے تو یہ بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے ایک تو اس میں جلیل القدر امام کی دوسرے امام کی قبر پر حاضری اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا ثبوت ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایسے متبرک مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ لہٰذا یہاں دعا کی قبولیت بھی جلدی ہوجاتی ہے۔

(۳) امام احمدؒ بن حنبل کا زیارتِ صالحین کے لئے شام کا سفر

اکابر کا معمول تھا کہ وہ زیارات کے لئے جایا کرتے تھے خواہ کتنی مسافت طے کرکے آنا پڑے۔ علامہ ابنِ مفلح نے اپنی کتاب ’’المقصد الأرشد (ا: ۱۹۳)‘‘ میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ محمد بن یوسف الفریابی کی زیارت کے لئے سفر کرکے ملک شام گئے تھے۔

(۴) امام ابنِ حبانؒ کا امام علیؑ رضا کے مزار پر حاضری کا معمول

مشہور محدّث امام ابنِ حبان (م ۳۵۴ھ) حضرت امام علی رضا بن موسیٰؑ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قد زرته مراراً كثيرة، وما حلّت بي شدّة في وقت مقامي بطوس، وزرت قبر علی بن موسى الرضا صلوات الله علی جده وعليه، ودعوت الله تعالیٰ إزالتها عنّي إلا استجيب لي، وزالت عنّي تلك

الشدّة وهذا شئ جرّبته مراراً فوجدته كذلك، أماتنا الله على محبة المصطفى وأهل بيته صلى الله وسلم عليه وعليهم أجمعين.[1]

''میں نے اُن کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے، شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر، اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی، اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بار ہا آزمایا تو اسی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم اور آپ کے اہلِ بیت صلى الله وسلم عليه وعليهم أجمعين کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔''

(۵) ابوالفرج ہندبائی کا امام احمدؒ بن حنبل کے مزار پر حاضری کا معمول

امام ابو القاسم ابن ہبۃ اللہ (م ۵۷۱ھ) نے لکھا ہے:

عن أبي الفرج الهندبائي يقول: كنت أزور قبر أحمد بن حنبل فتركته مدة، فرأيت في المنام قائلاً يقول لي: لم تركت زيارة قبر إمام السنة.[2]

''ابو الفراج ہندبائی نے بیان کیا ہے: میں اکثر امام احمد بن حنبلؒ کی قبر کی زیارت کیا کرتا تھا پس ایک عرصہ تک میں نے زیارت کرنا چھوڑ دیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: تو نے امام السنۃ (امام احمد بن حنبل) کی قبر کی زیارت کو کیوں ترک کیا؟''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک مستحسن عمل تھا جب انہوں نے چھوڑ دیا تو انہیں بذریعہ خواب ترغیب دی گئی کہ اس کو ترک نہ کیا جائے۔

---

(۱) ابن أبي حاتم رازی، كتاب الثقات، ۸: ۴۵۷، رقم: ۱۴۴۱۱

(۲) ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۵: ۳۳۳

(۶) عوام الناس کی سید المحدّثین امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری

امام ذہبی (۷۴۸ھ) نے امیر المؤمنین فی الحدیث اور سید المحدّثین امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) کی قبر مبارک سے تبرک کا ایک واقعہ درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

ابو الفتح نصر بن حسن السکتی سمرقندی نے بیان کیا کہ ایک بار سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہوئی تو لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی پس انہوں نے کئی بار نمازِ استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ اسی اثناء اُن کے پاس ایک صالح شخص جو ’’صلاح‘‘ کے نام سے معروف تھا، سمرقند کے قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں آپ سے اپنی ایک رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا:

أری أن تخرج ویخرج الناس معک إلی قبر الإمام محمد بن إسماعیل البخاري، وقبره بخرتنک، ونستسقي عنده فعسی الله أن یسقینا. قال: فقال القاضي: نعم، ما رأیت. فخرج القاضي والناس معه، واستسقی القاضي بالناس، وبکی الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه. فأرسل الله تعالی السماء بماء عظیم غزیر، أقام الناس من أجله بخرتنک سبعة أیام أو نحوها لا یستطیع أحد الوصول إلی سمرقند من کثرة المطر وغزارته، وبین خرتنک وسمرقند نحو ثلاثة أمیال.(۱)

’’میری رائے ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں کو امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر مبارک پر حاضری دینی چاہیے، ان کی قبر خرتنک میں واقع ہے، ہمیں قبر کے پاس جا کر بارش طلب کرنی چاہیے عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں

(۱) ذهبي، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۹

بارش سے سیراب کردے۔ قاضی نے کہا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ پس قاضی اور اس کے ساتھ تمام لوگ وہاں جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے سو قاضی نے لوگوں کو ساتھ مل کر بارش طلب کی اور لوگ قبر کے پاس رونے لگے اور اللہ کے حضور صاحبِ قبر کی سفارش کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت (اپنے صالح بندہ کی برکت کے سبب) کثیر وافر پانی کے ساتھ بادلوں کو بھیج دیا، تمام لوگ تقریباً سات دن تک خرتنک میں رکے رہے، اُن میں سے کسی ایک میں بھی کثیر بارش کی وجہ سے سمرقند پہنچنے کی ہمت نہ تھی حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔‘‘

(۷) حضرت بشر حافیؒ کی زیارت کے لئے مشائخ کی حاضری

خطیب بغدادی نے حضرت بشر حافیؒ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہے کہ بڑے بڑے مشائخ ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے وہ لکھتے ہیں:

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحيري أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي قال: فتح الموصلي كان من كبار مشايخ الموصل، وكان يحضر زيارة بشر الحافي.[۱]

’’اسماعیل بن احمد الحیری نے ابوعبدالرحمٰن السلمی سے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: حضرت فتح موصلی اکابر مشائخِ موصل میں سے تھے، وہ بشر حافیؒ کی زیارت کے لئے بغداد حاضر ہوئے تھے۔‘‘

(۸) مزارِ صالحین کی زیارت کے لئے بذریعہ خواب حضور ﷺ کی ترغیب

امام ابنِ عساکر نے زیارتِ صالحین کی ترغیب پر ایک ایمان افروز واقعہ ذکر کیا

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۳۸۱

ہے، فرماتے ہیں:

سمعت والدي أبا محمد الحسن بن هبة الله يحكي أنه خرج ذات يوم لزيارة قبر بلال رضی اللہ عنہ فوجد امرأة أعجمية وهي تبكي عند قبره، فقال البعض: من يحسن بالفارسية، سلها عن سبب بكائها، فقالت: قبر من هذا الذي إلى جنب قبر بلال؟ فقلت: هذا قبر أبي بكر الشهر زوري، وهذا قبر أبيه أبي إسحاق، أحدهما بين يديه والآخر خلفه، فقالت: كيف قد زرت قبر بلال مرة ثم خرجت إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجاورت بها فرأيت النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في النوم، وهو يقول لي: زرت قبر بلال وما زرت جاره؟ فرجعت من المدينة لزيارته أو كما قال.(۱)

’’میرے والد گرامی ابو محمد الحسن بن ہبۃ اللہ نے مجھے اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لئے گئے تو وہاں انہوں نے قبر کے پاس ایک عجمی عورت کو روتے ہوئے پایا۔ وہاں موجود بعض لوگوں نے کہا کہ جو اچھی طرح فارسی جانتا ہو وہ اس خاتون سے پوچھے کہ اس کے رونے کا سبب کیا ہے؟ جب اس سے پوچھا گیا تو اس عورت نے دریافت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلوں میں یہ دوسری قبر کس کی ہے؟ میں نے کہا: یہ قبر ابوبکر شہروزی کی ہے اور دوسری ان کے والد ابو اسحاق کی ہے۔ ایک بالکل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ہے اور دوسری اس کے پیچھے۔ اس عورت نے کہا: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی، پھر میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چلی گئی اور (جب) قبرِ انور کے پاس گئی تو میں نے خواب

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۵۴: ۲۲۶

میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ فرما رہے تھے: تُو نے بلال ﷛ کی قبر کی زیارت تو کی مگر اس کے قریب موجود دوسری قبر کی زیارت نہ کی؟ لہٰذا اب میں (رسول اللہ ﷺ کے شکوے کا ازالہ کرنے کے لئے) مدینہ منورہ سے اس قبر کی زیارت کے لئے آئی ہوں۔‘‘

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی زیارت اللہ رب العزت کے حبیب حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاں پسندیدہ اور بابرکت عمل ہے اور جو عمل حضور ﷺ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہو وہ رب العالمین کی بارگاہ میں محبوب ہوتا ہے۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا عمل حضور ﷺ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ آپ ﷺ نے زائرہ کو اِن کی زیارت ترک پر تنبیہ فرمائی۔

(۹) حضرت علیؒ بن محمد بن بشار کے مزار پر حاضری

علامہ محمد بن ابو یعلی حنبلی (متوفی ۵۲۱ھ) ’’طبقات الحنابلۃ (۲:۶۳)‘‘ میں صوفی زاہد علی بن محمد بن بشار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ جب اُن کا وصال ہوا تو

دفن بالعقبة قريباً من النجمی، وقبره الآن ظاهر يتبرک الناس بزيارته.

’’انہیں نجمی کے قریب گھاٹی میں دفن کیا گیا، اب اُن کی قبر مشہور و معروف ہے، لوگ اس کی زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔‘‘

(۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد شافعیؒ کی زیارت کے لئے اکابر کی حاضری

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو الحسن علی بن احمد الشافعی کے حوالے سے لکھا ہے:

المحدث أحد الأئمة الزهاد قطع أوقاته في العبادة والعلم

والكتابة والدرس والطلب حتى مكن الله منزلته في القلوب وأحبه الخاص والعام حتى كان يقصده الكبار للزيارة والتبرك.(۱)

’’وہ محدّث ان پرہیزگار ائمہ میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی زندگی عبادت، حدیثِ علم، کتاب، درس و تدریس اور طلب علم میں صرف کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کا مقام و مرتبہ بلند کر دیا اور عوام اور خواص نے ان سے محبت کی حتیٰ کہ اکابر ائمہ ان کی زیارت اور ان سے حصولِ تبرک کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آتے۔‘‘

ہم نے چند ایک واقعات کا ذکر بطورِ نمونہ کر دیا ہے، اگر ہم کتبِ تواریخ اور اسماء الرجال کا عمیق نظر سے مطالعہ کریں تو بیسیوں ایسے واقعات ہیں جن میں ائمہ دین کا معمول بتایا گیا ہے کہ وہ اکابر صالحین کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اکابر ائمہ اور اسلاف نے کبھی بھی اس عمل کو خلافِ شریعت قرار نہیں دیا۔

شرط یہ ہے کہ جس ہستی کی زیارت کی جائے وہ صالح ہو اور اس زیارت سے زائر کا مقصد بھی حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ گزشتہ صفحات میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ملاقات و زیارت اور باہم محبت و الفت کرنا باعثِ اَجر و ثواب ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اُمت کے اس عمل کو ناجائز قرار دے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ خود قرآن وسنت کی تعلیمات سے آگاہ نہیں۔

(۱) ذہبی، تذکرہ الحفاظ، ۴: ۱۳۶۱

باب چہارُم

زیارتِ قبور کا شرعی تصوّر

قرآن و احادیث کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ اصل کامیابی اخروی فوز و فلاح ہے۔ انسان مکمل شعور اور احساس کے ساتھ ایسے اعمالِ صالحہ انجام دے جس سے رضائے الٰہی نصیب ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا کامل مطیع و متبع ہو اور آپ ﷺ کے عطا کردہ نمونۂ اخلاق کی جھلک اپنے اندر پیدا کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اسلام نے کئی ذرائع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ خود احتسابی، حسنِ عمل اور تذکیرِ آخرت جیسے اوصاف پیدا کرنے کا ایک آزمودہ اور مؤثر ذریعہ موت اور آخرت کے احوال و آثار کا مشاہدہ اور ذہنی استحضار بھی ہے۔

آخرت کی یاد سے دنیوی زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا احساس ہوتا ہے اور آخرت کی حقیقی زندگی کے لئے حسنِ عمل کا جذبہ اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یادِ آخرت کا اہم ذریعہ **زیارتِ قبور** ہے۔ شہرِ خاموشاں میں جا کر ہی بدرجۂ اتم یہ احساس ہوتا ہے کہ موت کتنی بڑی حقیقت ہے جس کا مزہ ہر شخص چکھے گا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور باری باری موت کا مزہ چکھتے رہے۔ اسی طرح بزعمِ خویش خدائی کا دعویٰ کرنے والے بھی آئے، دارا و سکندر جیسے بادشاہ بھی گزرے لیکن موت کی آہنی گرفت سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ اگر اتنے نامور لوگوں کو بھی موت نے نہ چھوڑا تو ہم اور تم اس کے تصرف سے کیسے چھوٹ سکتے ہیں۔

زہد و ورع اور تذکیرِ آخرت کے لیے زیارتِ قبور ایک بہترین عمل ہے۔ بعض لوگ عام مسلمانوں کو زیارتِ قبور سے منع کرتے ہیں اور وہاں فاتحہ کے لیے جانے والوں پر بھی شرک اور قبر پرستی کا الزام لگا کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ ہم

سمجھتے ہیں کہ یہ ایک انتہائی مؤقف ہے۔ قرآن و حدیث میں اس شدت پسندی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خود قبورِ شہداء پر تشریف لے جاتے تھے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کا بھی یہی معمول تھا۔ لہٰذا یہ عمل شرک ہے نہ منافیٔ توحید۔ زیرِ نظر باب میں زیارتِ قبور کے حوالے سے ہی مختلف پہلوؤں سے بحث کی جائے گی۔

۱۔ احادیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا حکم

ابتدائے اسلام میں جب لوگ تازہ تازہ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کے دامنِ رحمت میں آئے تو چونکہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا زمانہ قریب تھا اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ابتدائی زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے مسلمانوں کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا لیکن جب اسلام مستحکم اور مسلمانوں کے دلوں میں خوب راسخ اور پختہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے تشریعی اختیارات کی بناء پر حکمِ ممانعت کو منسوخ قرار دیا اور افرادِ امت کو زیارتِ قبور کا حکم دیا اور مختلف پہلوؤں سے اس کی ترغیب دلائی۔ ذیل میں اسی حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) زیارتِ قبور موت کی یاد دلاتی ہے

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ.(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زيارة قبر أمه، ۲: ۶۷۱، رقم: ۹۷۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۹۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۱، رقم: ۹۶۸۶

’’تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ.(۱)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم اُن کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

(۲) زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے

۱۔ حضرت بریدہ بن حُصَیب اَسلَمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.

قَالَ: وَ فِي الْبَاب عن أبي سعيد، وابن مسعود، وأنس، وأبي هريرة، وأم سلمة رضی اللہ عنہم.

قال أبو عيسى: حديث بريدة، حديثٌ حسنٌ صَحِيْحٌ، والعمل على هذا عند أهل العلم، لا يرون بزيارة القبور بأسا، وهو قول ابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق.(۲)

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۸۸

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور، ۳: ۳۷۰، رقم: ۱۰۵۴

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۱۱، رقم: ۱۷۲۶۳

۳۔ أبو نعیم الأصبہانی، مسند أبی حنیفة، ۱: ۱۴۶

''میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا، بلاشبہ اب محمد (ﷺ) کو اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

''امام ترمذی مزید فرماتے ہیں: زیارتِ قبور کے باب میں حضرت ابو سعید، حضرت ابومسعود، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ اور ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی نوعیت کی احادیثِ مبارکہ مروی ہیں، حدیثِ بریدہ حسن صحیح ہے۔ علماء کا اس پر عمل ہے اور وہ زیارتِ قبور میں کچھ حرج نہیں سمجھتے، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمھم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔''

علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

(وفی التوضيح:) حديث بريدة صريح في نسخ نهي زيارة القبور، والظاهر أن الشعبي والنخعي لم يبلغهما أحاديث الإباحة. وكان الشارع يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول: السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار. وكان أبو بكر، وعمر، وعثمان رضي الله عنهم يفعلون ذلک. وزار الشارع قبر أمه يوم الفتح في ألف مقنع، ذكره ابن أبي الدنيا.(۱)

''توضیح میں لکھا ہے کہ حدیثِ بریدہ رضی اللہ عنہ زیارتِ قبور کی ممانعت کے حکم کے منسوخ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ امام شعبی اور نخعی تک زیارتِ قبور پر جواز والی احادیث نہ پہنچی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے پھر ان الفاظ کے ساتھ سلام کہتے ''تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے پس تمہارے لئے بہترین عاقبت ہے۔''

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن ایک ہزار مسلح افراد کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی۔ اس حدیث کو ابنِ ابی دنیا نے ذکر کیا ہے۔‘‘

۲۔ سنن أبی داؤد میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارتِ قبور کا حکم فرمایا: ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ وَأَنَا اٰمُرُكُمْ بِهِنَّ. نَهَيْتُكُم عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ تَشْرَبُوْا إِلَّا فِي ظُرُوْفِ الْأَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَّا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِّ اَنْ تَأْكُلُوْهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلُوْا وَاسْتَمْتِعُوْا بِهَا فِيْ أَسْفَارِكُمْ.(۱)

’’میں نے تمہیں تین کاموں سے منع کیا تھا لیکن اب ان کے کرنے کا تمہیں حکم دیتا ہوں۔ میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی زیارت کر لیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت ہے (اور یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے)۔ میں نے تمہیں چمڑے کے سوا دوسرے برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں پی لیا کرو، ہاں! نشہ لانے والی چیز نہ پیا کرو۔ اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا تھا لیکن اب کھا لیا کرو اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھایا کرو۔‘‘

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأشربة، باب فی الأوعیة، ۳: ۳۳۲، رقم: ۳۶۹۸

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الأشربة، باب الإذن فی شیء منها، ۷: ۲۳۴، رقم: ۴۴۳۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۹۲

(۳) زیارتِ قبور عملِ صالح ہے

جن جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ نے زیارتِ قبور کی روایات بیان کی ہیں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ زیارتِ قبور سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو عمل نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہو وہ یقیناً عملِ صالح اور شرعاً مستحب و مستحسن ہے۔

۱۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَلْتَزِدْكُمْ زِيَارَتُهَا خَيْرًا ...... الحديث.(۱)

''میں نے تمہیں تین باتوں سے منع کیا تھا۔ اِن میں سے ایک قبروں کی زیارت تھی، لیکن اب قبروں کی زیارت کرو اور اس زیارت سے اپنی نیکیاں بڑھاؤ۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَزُوْرَ قَبْرًا فَلْيَزُرْهُ فَإِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ وَيُدْمِعُ الْعَيْنَ وَيُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.(۲)

''بے شک میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو بھی قبر کی زیارت

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، كتاب الضحايا، باب الإذن في ذلك، ۷: ۲۳۴، رقم: ۴۴۲۹

۲۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۱

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۲۱۲، رقم: ۵۳۹۰

۴۔ أبو عوانة، المسند، ۵: ۸۴، رقم: ۷۸۸۲

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۷۶، رقم: ۶۹۸۶

(۲) حاکم، المستدرك، ۱: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۴

کرنا چاہے اسے اجازت ہے کہ وہ زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے (خشیتِ الٰہی میں) آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

(۴) زیارتِ قبور باعثِ عبرت ہے

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً.(۱)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس میں نصیحت اور عبرت ہے۔‘‘

۲۔ ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ لَكُمْ فِيْهَا عِبْرَةً.(۲)

’’میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا پس اب تم زیارت کیا کرو بے شک اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔‘‘

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زُوْرُوْا إِخْوَانَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ، وَصَلُّوا عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ لَكُمْ

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۰، رقم: ۱۳۸۶
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۷، رقم: ۶۹۸۸
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸، رقم: ۱۱۳۴۷
(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳: ۲۷۸، رقم: ۶۰۲

فِيهِمْ عِبْرَةً.(۱)

''اپنے (فوت شدہ) بھائیوں کی زیارت کیا کرو انہیں سلام کہا کرو اور ان پر رحمت بھیجا کرو بے شک ان کی زیارت میں تمہارے لئے عبرت ہے۔''

(۵) زیارتِ قبور دنیا سے بے رغبتی کا باعث ہے

دنیا سے بے رغبتی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ بندہ دو عالم سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا ہوگیا ہے۔ دنیا میں دل لگانے سے فکر آخرت کمزور ہوتی ہے اور بعض اوقات دنیا کی محبت انسان کے ایمان کی دشمن بھی بن جاتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جن اعمال کو اس سلسلے میں انسان کے لئے مفید پایا ان میں ایک زیارتِ قبور ہے اسی لئے درج ذیل فرمودات میں ارشاد فرمایا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ.(۲)

''میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

۲۔ سنن دار قطنی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث

---

(۱) دیلمی، مسند الفردوس، ۲: ۲۹۴، رقم: ۳۳۴۱

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی زیارة القبور، ۱: ۵۰۱، رقم: ۱۵۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۶۱، رقم: ۹۸۱

۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۱، رقم: ۱۳۸۷

مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا تُذَكِّرُكُمْ آخِرَتَكُمْ.(۱)

’’آگاہ رہو! بے شک میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمہیں تمہاری آخرت یاد دلائے گی۔‘‘

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ. ثُمَّ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ.(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے پہلے زیارتِ قبور سے منع فرمایا بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائے گی۔‘‘

۲۔ زیارتِ قبور کا نبوی ﷺ معمول

حضور ﷺ کا اپنا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، انہیں سلام کہتے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا درس دیتے۔ ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ کریں۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

---

(۱) دار قطني، السنن، ۴: ۲۵۹، رقم: ۶۹

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۲۹، رقم: ۱۱۸۰۶

۲۔ أبو يعلی، المسند، ۱: ۲۴۰، رقم: ۲۷۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۴۵، رقم: ۱۲۳۵

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ) يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَداً مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا، إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الغَرْقَدِ.(۱)

’’جب حضور نبی اکرم ﷺ میرے ہاں قیام فرما ہوتے تو (اکثر) آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور (اہلِ قبرستان سے خطاب کرکے) فرماتے: تم پر سلام ہو، اے مومنوں! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تمہارے پاس آ گئی تم بہت جلد اسے حاصل کرو گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیعِ غرقد والوں کی مغفرت فرما۔‘‘

۲۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ انہیں سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبور کی زیارت کے لئے جائیں تو کہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ. وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ، بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ۲: ۶۶۹، رقم: ۹۷۴

۲۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنين، ۴: ۹۳، رقم: ۲۰۳۹

۳۔ أبويعلى، المسند، ۸: ۱۹۹، رقم: ۴۷۵۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ۲: ۶۷۱، رقم: ۹۷۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۳، رقم: ۲۳۰۳۵

۳۔ روياني، المسند، ۱: ۶۷، رقم: ۱۵

’’اے اہل دیارِ مومنین و مسلمین! تم پر سلامتی ہو اور اِن شاء اللہ ہم بھی ضرور بالضرور تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کے طلب گار ہیں۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زیارتِ قبور کے وقت اہلِ قبور سے کس طرح مخاطب ہوا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

قُولِي: اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ.(۱)

’’کہو، اے اِس دیار (قبرستان) کے مومنین و مسلمین! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ضرور ملنے والے ہیں۔‘‘

۴۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لأهلها، ۲: ۶۶۹، رقم: ۹۷۴

۲۔ نسائی، السنن کتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنين، ۴: ۹۱، رقم: ۲۰۳۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۲۱، رقم: ۲۵۸۹۷

(۲) ترمذی، السنن، کتاب الجنائز عن رسول الله ﷺ، باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر، ۲: ۳۵۷، رقم: ۱۰۵۳

”اے اہلِ قبور! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے پہنچے ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔“

حضرت بریدہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

زِیارتِ قبور کے حوالے سے حضور ﷺ کی تین سنتیں

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی تین اہم سنن ثابت ہوئیں:

۱۔ زیارتِ قبور کو جانا حضور نبی اکرم ﷺ کا مستقل معمول تھا۔

۲۔ مؤمنوں اور مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر اُنہیں سلام کرنا، اپنے لئے، اُن کے لئے اور پہلے گزرنے والوں کے لئے عافیت، رحمت اور مغفرت کی دعا۔

۳۔ اہلِ قبرستان کو مخاطب ہو کر اس بات کا اعادہ کرنا کہ آپ ہم سے پہلے قبور میں پہنچے ہیں، ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں۔

۳۔ زیارتِ قبور پر مذاہبِ اَربعہ کا مؤقف

شرعًا قبور کی زیارت کرنا باعثِ اجر وثواب اور تذکیرِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ ائمہِ حدیث وتفسیر نے شرح و بسط کے ساتھ اس کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔ مذاہبِ اربعہ کے ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے۔

(۱) زیارتِ قبور پر احناف کا موقف

ائمہِ احناف میں سے علامہ بدر الدین عینی (شارح صحیح بخاری) کے زیارتِ قبور

کے حوالے سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں :

وقال ابن حبيب لا بأس بزيارة القبور، والجلوس إليها، والسلام عليها عند المرور بها. وقد فعل ذلک رسول الله ﷺ. وسئل مالک عن زيارة القبور؟ فقال: قد کان نهی عنه ثم أذن فيه. فلو فعل ذلک إنسان و لم يقل إلا خيراً لم أر بذلک بأساً. (۱)

’’ابنِ حبیب نے کہا ہے کہ زیارتِ قبور کرنے، ان کے پاس بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ امام مالک سے زیارتِ قبور کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: بے شک اس عمل سے پہلے منع کیا گیا تھا پھر اس کی اجازت ہوگئی اگر کوئی انسان یہ عمل کرے اور خیر کے سوا کچھ نہ کہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔‘‘

وفي التوضيح أيضاً: والأمة مجمعة علی زيارة قبر نبيّنا ﷺ، وأبي بکر، وعمر رضی الله عنهما. وکان ابن عمر إذا قدم من سفر أتی قبره المکرم، فقال: السّلام عليک يا رسول الله! السّلام عليک يا أبا بکر! السّلام عليک يا أبتاه. (۲)

’’توضیح میں یہ بھی ہے کہ تمام امت کا حضور نبی اکرم ﷺ کے قبرِ انور اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کرنے پر اتفاق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب وہ شہر سے واپس لوٹتے تو سیدھے حضور ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوتے اور کہتے یا رسول اللہ!

(۱) عینی، عمدة القاری، ۸: ۷۰

(۲) عینی، عمدة القاری، ۸: ۷۰

آپ پر سلام ہو، اے ابو بکر! آپ پر سلام ہو، اے ابا جان! (حضرت عمر) آپ پر سلام ہو۔‘‘

ومعنى النهي عن زيارة القبور إنما كان في أوّل الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان، واتّخاذ القبور مساجد، فلما استحكم الإسلام، وقوي في قلوب الناس، وأمنت عبادة القبور، والصّلاة إليها، نسخ النهي عن زيارتها لأنها تذكرّ الآخرة وتزهّد في الدّنيا. (۱)

’’زیارتِ قبور سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے زمانہ سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ ممانعت تھی، لیکن جب اسلام مستحکم ہوا اور لوگوں کے دلوں میں راسخ اور مضبوط ہو گیا اور قبروں کی عبادت اور ان کے لئے نماز کا خوف ختم ہو گیا تو پھر زیارتِ قبور کی ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ دراصل زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔‘‘

وعن طاؤوس: كانوا يستحبون أن لايتفرقوا عن الميت سبعة أيام، لأنهم يفتنون ويحاسبون في قبورهم سبعة أيام. (۲)

’’حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ و اسلاف اس عمل کو پسند کرتے تھے کہ میت کی قبر سے سات دنوں تک جدا نہ ہوا جائے (یعنی کم از کم سات دنوں تک وہاں فاتحہ وقرآن خوانی کا معمول جاری رکھا جائے) کیونکہ سات دنوں تک میت کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے اور ان کا حساب ہوتا ہے۔‘‘

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

(۲) عینی، عمدۃ القاری، ۸: ۷۰

متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ نے فتاوی عزیزی میں نہ صرف یہ کہ زیارت قبور کو جائز قرار دیا ہے بلکہ زیارتِ قبور کے آداب اور اہلِ قبور سے استمداد کا طریقہ کار بھی بتایا ہے۔ اس حوالے سے ان کی عبارت ملاحظہ کریں:

سوال: ترکیب زیارت قبور؟

جواب: ہرگاہ کہ برائے زیارتِ قبرے از عوام مومنین برود اوّل پشت بقبلہ، رو بسینۂ میت نما ید و سورۂ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار و در وقت در آمدن بمقبرہ این الفاظ بگوید **السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین یغفراللہ لنا ولکم وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون.** واگر قبر بزرگے از اولیاء و صلحا باشد روے بسوی سینہ آن بزرگ کردہ بنشیند وبست و یکبار بچہار ضرب **سُبُّوحٌ قُدُوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلاَئِكَةِ وَالرُّوحِ** گوید و سورہ **اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ** سہ باربخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینۂ آن بزرگ آرد، برکات روح دردل این زیارت کنندہ خواھند رسید۔(۱)

سوال: زیارتِ قبور کا طریقہ (کیا ہے)؟

جواب: جو شخص بھی کسی عام مومن کی قبر پر چلا جائے تو قبلہ کی طرف پشت کرکے چہرہ میت کے سینے کی طرف کرے۔ ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ الفاظ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُاللهُ لَنَا وَلَكُمْ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ

(۱) شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی، ۱: ۱۷۶

لَلاحِقُوْنَ۔ (اے امؤمنین و مسلمین سے تعلق رکھنے والے لوگو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش و مغفرت فرمائے۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔) اگر وہ قبر اولیاء و صلحاء میں سے کسی بزرگ کی ہو تو اپنا چہرہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف کرے اور بیٹھ جائے اور ۲۱ مرتبہ چار ضربوں کے ساتھ ان اسماء مبارکہ کا ورد کرے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ اور سورہ القدر تین بار پڑھے۔ اس بزرگ ہستی کے سامنے اپنے قلب کو وساوس وخطرات سے پاک کرے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ ہستی کی روحانی برکات پہنچ جائیں گی۔“

اس سے متصل ایک اور سوال ان سے دریافت کیا گیا کہ صاحبِ مزار کا کامل ہونے کا پتہ کس طرح چلے گا اور اگر صاحبِ مزار کامل ہو تو اس سے استمداد کا طریقہ بتائیں، تو انہوں نے وہ بھی بتایا۔ ذیل میں سوال جواب ملاحظہ کریں۔

سوال: برائے دریافت اینکه اهلِ قبر کامل ست یا نه ودر صورتیکه اهلِ قبر کامل باشد ازواستمداد بچه صورت باید کرو؟

جواب: بعضے از أهل قبور مشهو بکمال اند و کمال ایشان متواتر شده طریق استمداد از ایشان آنست که جانب سر قبرِ او سوره بقر انگشت بر قبر نهاده تا مُفْلِحُوْنَ بخواند باز بطرف پائیں قبر بیاید و آمَنَ الرَّسُوْلُ تا اخر سوره بخواند و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلان کار در جناب الٰهی التجا و دعا میکنیم شما نیز بدعا وشفاعت امداد من نمائید باز رو بقبله آرد و مطلوب خود را ز جناب باری خواهد وکسانیکه کمال اینان معلوم نیست ومشهور و

متواتر نشده دریا فت کمال آنہا بہمان طریق است کہ بعد از فاتحہ و درود وذکر سُبُّوحٌ دل خود را مقابلہ سنیہ مقبور بدا رد وا گر راحت و تسکین ونورے دریافت کند بداند کہ این قبر اھل صلاح و کمال ست لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔[۱]

سوال: یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا صاحبِ مزار کامل ہے یانہیں اور اگر وہ کامل ہو تو اس صورت میں اس سے استمداد کس طرح کرنا چاہیے؟

جواب: بعض صاحبانِ مزار کا کامل ہونا مشہور ہوتا ہے اور ان کا باکمال ہونا تسلسل کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ایسے باکمال صاحب مزار ہستیوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے سرہانے انگلی رکھ کر سورہ بقرہ کی تلاوت آغاز سے **مفلحون** تک کرے۔ پھر قبر یا پائنتی کی طرف آئے اور سورۂ بقرہ میں سے آمن الرسول سے لے کر آخر تک مکمل پڑھے، اور اپنی زبان سے یوں کہے: اے حضرت میں اپنی فلاں حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں آپ بھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی دعا اور شفاعت سے میری امداد فرمائیں۔'' پھر اپنا رخ بطرف قبلہ کرے اور اپنا مطلوب خود بارگاہِ الٰہی سے طلب کرے۔ اور وہ صاحبِ مزار جن کے بارے میں کامل ہونا معلوم نہ ہو اور عوام میں ان کا کامل ہونا بھی معروف اور تواتر کے ساتھ نہ ہو تو ایسے لوگوں کا مقام و مرتبہ اس طریقہ کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ سورہ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر ''سبوحٌ'' کا ذکر کرے اپنا دل اس صاحب مزار شخص کے سینہ کے سامنے کرے اگر راحت وسکون پائے تو جان لے کہ یہ صاحبِ مزار کامل شخصیّت کا مالک ہے۔ لیکن (پھر بھی) استمداد معروف صاحب کمال بزرگوں سے ہی کیا جائے۔''

(۱) شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیز، ۱: ۱۷۷

(۲) زیارتِ قبور پر شوافع کا مؤقف

علامہ محمد شربینی خطیب شافعی لکھتے ہیں:

ويندب زيارة القبور التي فيها المسلمون، للرجال بالإجماع. وكانت زيارتها منهياً عنها ثم نسخت بقوله ﷺ: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. يكره زيارتها للنساء لأنها مظنة للطلب ببكائهن ورفع أصواتهن نعم يندب لهن زيارة قبر رسول الله ﷺ فإنها من أعظم القربات وينبغي أن يلحق بذلک بقية الأنبياء والصّالحين والشّهداء.[1]

''جس قبرستان میں مسلمان مدفون ہوں اس کی زیارت کرنا مردوں کے لئے بالاجماع مستحب ہے۔ پہلے زیارتِ قبور کی ممانعت تھی بعد ازاں یہ ممانعت اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہوگئی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب اس کی زیارت کیا کرو'' اور عورتوں کے لیے زیارت مکروہ ہے کیونکہ وہاں ان سے رونا دھونا اور آوازوں کو بلند کرنا متوقع ہوتا ہے البتہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا ان کے لئے مندوب ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبرِ انور کی زیارت سب سے بڑی قربت ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس حکمِ زیارت میں دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین اور شہداءِ عظام کی زیارات کو بھی شامل کرلیا جائے۔''

امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

يستحب للرجال زيارة القبور. وهل يكره للنساء؟ وجهان

(۱) شربینی، الاقناع، ۱: ۲۰۸

أحدهما، وبه قطع الأكثرون يكره. والثاني وهو الأصح عند الروياني لا يكره إذا أمنت من الفتنة.(۱)

’’مردوں کے لئے قبروں کی زیارت مستحب عمل ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ اس میں دو مؤقف ہیں، ایک مؤقف جس میں جمہور علماء ہیں کہ عورتوں کیلئے مکروہ ہے اور دوسرا مؤقف جو رویانی کے نزدیک صحیح ترین ہے وہ یہ کہ جب فتنہ سے تحفظ ہو تو مکروہ نہیں۔‘‘

(۳) مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ بھی مطلق زیارت کو مندوب و مستحسن گردانتے ہیں۔

علامہ دردیر شرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

و جاز زيارة القبور بل هي مندوبة بلا حد بيوم أو وقت أو في مقدار ما يمكث عندها.(۲)

’’زیارتِ قبور جائز بلکہ مندوب ہے اس چیز کا تعین کیے بغیر کہ کب اور کس وقت زیارت کے لیے جایا جائے اور قبروں کے پاس کتنی دیر ٹھہرا جائے۔‘‘

(۴) حنابلہ کا مؤقف

فقہ حنبلی کے مشہور امام ابنِ قدامہ مقدسی نے زیارتِ قبر پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ الکافی میں وہ لکھتے ہیں:

و يستحبّ للرّجال زيارة القبور لأن النّبيّ ﷺ قال كنت نهيتكم

(۱) نووی، روضۃ الطالبین، ۲: ۱۳۹

(۲) دردیر، الشرح الکبیر، ۱: ۴۲۲

عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكّركم الموت. (۱)

’’مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا پس اب تم زیارت کیا کروں کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

کتاب المغنی میں وہ لکھتے ہیں:

لا نعلم بين أهل العلم خلافاً في إباحة زيارة الرجل القبور. وقال علي بن سعيد: سألت أحمد عن زيارة القبور تركها أفضل عندک أو زيارتها؟ قال: زيارتها. وقد صحّ عن النّبيّ ﷺ أنه قال: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكّركم الموت. رواه مسلم والترمذي بلفظ: فإنها تذكّر الآخرة. (۲)

’’ہم نہیں جانتے کہ اہلِ علم کا مردوں کی زیارت قبور میں کوئی اختلاف ہو۔ علی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے زیارتِ قبور کا مسئلہ پوچھا کہ آپ کے نزدیک زیارت کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟ انہوں نے فرمایا: قبروں کی زیارت کرنا بہتر ہے اور یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘ اسے امام مسلم نے روایت کیا اور امام ترمذی نے **فإنها تذكر الآخرة** کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔‘‘

عورتوں کے مسئلہ زیارتِ قبور کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے:

---

(۱) ابن قدامة، الكافي فى فقه أحمد بن حنبل، ۱:۲۷۴

(۲) ابن قدامة، المغني، ۲:۲۲۳

اختلف الرواية عن أحمد في زيارة النساء القبور: فروي عنه كراهتها لما روت أم عطية قالت نهينا عن زيارة القبور ولم يعزم علينا. رواه مسلم.(۱)

''امام احمد بن حنبلؒ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے حوالے سے دو مختلف روایتیں مروی ہیں ان میں سے ایک کراہت کے بارے میں ہے کہ حضرت امِ عطیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں قبروں کی زیارت سے منع فرمایا لیکن ہم پر سختی نہیں کی جاتی تھی۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔''

والرواية الثانية: لا يكره، لعموم قوله عليه السّلام: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها. وهذا يدلّ على سبق النهي ونسخه، فيدخل في عمومه الرّجال والنّساء.(۲)

''دوسری روایت یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو یہ ممانعت ختم ہونے اور منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے پس اس عموم میں مرد و زَن دونوں شامل ہوگئے۔''

۴۔ زیارتِ قبور سے متعلق چند قباحتیں

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں زیارتِ قبور کی شرعی حیثیت کو بیان کیا، جمہور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ زیارتِ قبور ایک مستحسن اور مندوب عمل ہے۔ ائمہ متقدمین و متآخرین کا زیارتِ قبور کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۱) ابن قدامة، المغنى، ۲:۲۲۶
(۲) ابن قدامة، المغنى، ۲:۳۲۶

مشروعیت کے ان دلائل کے ساتھ ساتھ مزاراتِ اولیاء اور زیاراتِ قبور سے متعلق چند قباحتوں کی نشاندہی بھی ضروری ہے۔ ان قباحتوں اور غیر شرعی امور کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب ''عقائد میں احتیاط کے تقاضے'' میں آ چکی ہے۔ تاہم یہاں اس کا خلاصہ موضوع زیر بحث کی وضاحت ضروری ہے۔

☆ قبور کی زیارت کا پہلا مقصد تو عبرت، خشیت، تذکیر آخرت اور استحضارِ موت ہے۔ اسکے ساتھ صاحبِ مزار اگر نیک متقی اور فیض رساں شخصیت ہے تو زائر کو فیوض و برکاتِ باطنی بھی ملتی ہیں جیسا کہ اوپر بزرگانِ دین کے معمولات کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ فی زمانہ زائرین کی اکثریت مقصد اولیٰ یعنی خشیت کو پسِ پشت ڈال چکی ہے۔ قبر کو دیکھ کر فکرِ آخرت پیدا نہ ہو، موت کی تیاری میں مدد نہ ملے اور سیرت و کردار پر مثبت اثرات مرتب نہ ہوں تو نہ فیض حاصل ہوا اور نہ خشیت کا مقصد پورا۔ روحانی فیض ایک باطنی کیفیت ہے جس کے واضح اثرات شخصیت پر نظر آتے ہیں۔ یہ اثرات نظر نہ آئیں دل میں تقویٰ اور اپنی بے بضاعتی کا احساس جنم نہ لے تو زیارتِ قبور محض ایک مشقت بھری رسم رہ جاتی ہے۔

☆ اسی طرح زائرین اگر فرائض کو ترک کر کے مستحبات پر زور دیں اور نوافل کو فرائض پر فوقیت دیں تو اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور صاحبِ مزار کوئی بھی خوش نہیں ہوگا۔ ایسے زائرین حصول فیض کی بجائے معصیت کیشی کے مجرم ہوں گے۔ مثلاً مزار پر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو اور لوگ فاتحہ خوانی میں مصروف ہوں۔ نماز کا وقت نکل رہا ہو اور زائرین مزار پر پھول چڑھا رہے ہوں۔

☆ علاوہ ازیں بعض مزارات پر عام دنوں میں بالعموم اور اعراس کے مواقع پر بالخصوص ناچ گانے بھنگڑے دھمال اور دیگر خرافات کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ اس قسم کی تقاریب اگرچہ علاقائی ثقافت کی علامات بھی بن چکی ہیں لیکن بزرگانِ دین کے ساتھ ان خرافات کو منسوب کرنا بذاتِ خود اپنی ثقافت کے برعکس ہے۔ ان اعمال غیر شرعیہ کا

ارتکاب قطعاً ناجائز اور نامناسب ہے۔ تعلیمات تصوف و طریقت کی کھلی مخالفت کا موجب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بھی۔ اس لئے جہاں تک ہاتھ پہنچے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر حکومت اور انتظامیہ سے ہو سکے تو بزور طاقت و قانون ان حرکات کی ممانعت ہونی چاہیے مزاراتِ مقدسہ پر بعض دیگر قباحتیں بھی ایک عرصے سے جڑھ پکڑ چکی ہیں جن سے اگر شرک نہیں تو اشتباہ شرک ضرور ہوتا ہے دیکھنے والوں کو بدگمانی کا موقع ملتا ہے اس سے کفر اور شرک کے دروازے کھلتے ہیں اور انسان ثواب کماتے کماتے عذاب کا مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ ان غیر شرعی امور میں نوراتیں ماننا، منتیں مان کر کپڑوں وغیرہ میں گرہیں لگانا، مزار کا طواف کرنا اور وہاں سجدہ کا ارتکاب کرنا بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔

☆ ان سب سے بڑھ کر بعض مزارات اور قبرستانوں میں مجاور براجمان ہوتے ہیں وہ چونکہ خود غلیظ ہوتے ہیں اس لئے اہلِ ایمان کی قبروں کی حرمت کے تقاضوں سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان شیطان صفت لوگوں میں کئی پیشہ ور مجرم بھی ہوتے ہیں جو روپ بدل کر ایسے مقامات کو ناجائز کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ مزارات کے ماحول میں گندگی پھیلاتے ہیں خود نشہ کرتے ہیں چرس افیون اور سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ کئی تو زائرین کو بھی دعوتِ گناہ دیتے ہیں اور بعض بھولے مانس اسے ''خصوصی فیض'' سمجھ کر انکی دعوت کو قبول بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں سے برائی کی رغبت اور تبلیغ کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہی لوگ عام طور پر بردہ فروشی، عصمت فروشی اور اغوا برائے تاوان جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ اس لئے حتی المقدور ایسے عناصر سے بھی مزارات کے ماحول کو پاک صاف رکھنا اہلِ ایمان کا اولین فریضہ ہے۔

لاہور میں حضور داتا صاحبؒ، کراچی میں عبداللہ شاہ غازیؒ، سیون شریف، بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، پاکپتن شریف، گولڑہ شریف، پیر بابا اور دیگر بہت سے چھوٹے بڑے مزارات کے احاطے جہاں عوام الناس کی آمدو رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہاں آئے روز ایسے جرائم بھی ہوتے ہیں اور اخبارات کے خصوصی فیچرز کی زینت بنتے ہیں۔ ان

خبروں کو بڑھنے سننے والے یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ مراکز شاہد انہی برائیوں کا مرکز ہیں حالانکہ اس طرح کے چند بدقماش اور بداندیش لوگ اپنی رذالتِ طبع کا مظاہرہ کرتے ہیں ورنہ بہت سے زائرین حسنِ مقصد لے کر آتے ہیں اور بامراد واپس جاتے ہیں۔

☆ اسی طرح ان مزارات پر بعض بے سہارا عورتیں حالات و زمانہ کی تنگی کا شکار ہو کر پناہ لینے آتی ہیں مگر یہاں پر موجود کچھ چالاک اور بدکردار خواتین انہیں اپنے دام فریب میں پھنسا لیتی ہیں جس کے بعد وہ مجبور و بے بس عورتیں خود برائی اور معصیت کا نشان بن جاتی ہیں۔ ایسے حساس معاملات پر حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو توجہ دینی چاہیے۔ کڑی نگرانی ہو اور ایسے نوسر بازوں کو احاطۂ دربار میں آنے سے روک دیا جائے تو اس طرح کے جرائم کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

☆ اختلاطِ مرد و زن بھی ایک بڑی قباحت ہے اور یہ عام طور پر وہاں دیکھنے میں آتا ہے جہاں ماحول حکومتی اوقاف کے زیرِ اہتمام ہوتا ہے اسی اختلاط میں مضمر برائیوں کی وجہ سے بعض فقہاء نے عورتوں کا مزارات پر جانا مطلقاً ناجائز قرار دے دیا ہے۔ الغرض ایسی تمام بے احتیاطیاں جو بعد ازاں برائیوں کا پیش خیمہ بن جائیں ان کا سختی سے قلع قمع ہونا چاہیے تاکہ لوگ جواز سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر گناہ کے مرتکب نہ ہوتے پھریں۔ خواتین کی زیارتِ مزار سے متعلق چند تفصیلات ذیل میں الگ آ رہی ہے۔

۵۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم

جس طرح مردوں کو تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور کا حکم ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بعض شرائط کے ساتھ زیارتِ قبور جائز ہے۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز احادیثِ نبوی ﷺ اور صحابیات رضی اللہ عنھن کے احوال سے بھی ثابت ہے۔ تاہم بعض ائمہ دین نے عورتوں کو مزارات پر جانے سے منع فرمایا ہے ہم ان دونوں پہلوؤں پر باری باری تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

(۱) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز پر احادیث اور آثار

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِي، وَ لَمْ تَعْرِفْهُ، فَقِيْلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ، فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.(۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ اس عورت نے (شدتِ غم اور عدمِ تعارف کی وجہ سے) کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی ہے۔ وہ خاتون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ کسی نے اسے بتایا کہ یہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ عورت (اپنی اس بات کی معذرت کرنے کیلئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہوئی۔ اس نے خدمت میں حاضری کی اجازت لینے کیلئے دربان نہیں پایا (تو باہر سے کھڑے ہوکر) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس کی اس معذرت طلبی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدمے کے موقع پر صبر ہی بہتر ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز ثابت ہوتا ہے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ۱: ۴۳۱، رقم: ۱۲۲۳

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۰۱، رقم: ۲۰۰۴۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۳، رقم: ۱۲۴۸۰

کیونکہ آپ ﷺ نے اس عورت کو قبر پر آنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ رونے سے منع فرمایا۔ اگر عورتوں کو مطلقاً زیارتِ قبور کی ممانعت ہوتی تو آپ ﷺ اس عورت کو قبور پر آنے سے منع فرما دیتے۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے:

واختلف في النّساء، فقيل: دخلن في عموم الإذن، وهو قول الأكثر، و محله ما إذا أمنت الفتنة. ويؤيّد الجواز حديث الباب، وموضع الدلالة منه أنه ﷺ لم ينكر على المرأة قعودها عند القبر وتقريره حجة.(۱)

''عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورتیں بھی عمومِ اجازت میں شامل ہیں۔ یہ جمہور ائمہ کا قول ہے اور اس کا اطلاق تب ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کی تائید امام بخاریؒ کے قائم کردہ باب کے عنوان (باب زیارۃ القبور) سے ہو رہی ہے۔ اور استدلال اس طرح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہ فرمایا اور یہ شرعی اُصول ہے کہ کسی عمل پر آپ ﷺ کی خاموشی بھی جواز کی دلیل ہے۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن اَبی ملیکہ بیان کرتے ہیں:

أن عائشة أقبلت ذات يوم من المقابر، فقلت لها: يا أم المؤمنين من أين أقبلت؟ قالت، من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر، فقلت لها: أليس كان رسول الله ﷺ نهى عن زيارة القبور؟

(۱) عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۳: ۱۴۸

قالت: نعم، كان نهى ثم أمر بزيارتها.[(۱)]

’’ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: ام المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں رخصت دے دی تھی۔‘‘

۳۔ امام جعفر الصادق اپنے والد گرامی امام محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

كانت فاطمة بنت رسول الله ﷺ تزور قبر حمزة كل جمعة.[(۲)]

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔‘‘

(۲) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز و عدمِ جواز پر ائمہ کی آراء

بعض ائمہ کرام حضور نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان مبارک سے عورتوں کی زیارتِ قبور پر مطلقاً عدمِ جواز ثابت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَتِ الْقُبُوْرِ. قَالَ وَفِي الباب: عن ابن عباس، وحسان بن ثابت. قال أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۳۲، رقم: ۱۳۹۲
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۸، رقم: ۶۹۹۹
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۰، رقم: ۶۷۱۱
(۲) عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۷۲، رقم: ۶۷۱۳

صحيح. وقد رأى بعض أهل العلم، أن هذا كان قبل أن يرّخص النّبيّ ﷺ في زيارة القبور، فلما رخّص دخل في رخصته الرّجال والنّساء، وقال بعضهم: إنما كره زيارة القبور للنّساء، لقلة صبرهن، وكثرة جزعهن.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے (کثرت سے) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ اس باب میں حضرت ابنِ عباس اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مذکور ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ حکم اس وقت تھا جب حضور نبی اکرم ﷺ نے زیارتِ قبور کی اجازت نہیں دی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اجازت فرما دی تو یہ اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں عورتوں کی زیارتِ قبور کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ ان میں صبر کم اور رونا دھونا زیادہ ہوتا ہے۔''

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) نے شرح صحیح بخاری میں حدیثِ ترمذی کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

قال القرطبي هذا اللّعن إنما هو للمكثرات من الزيارة لما تقتضيه الصفة من المبالغة، ولعل السبب ما يفضي إليه ذلک من تضييع حق الزوج، والتبرج، وما ينشأ منهن من الصّياح ونحو ذلک. فقد يقال: إذا أمن جميع ذلک فلا مانع من الإذن، لأن تذكر الموت يحتاج إليه الرّجال والنّساء.(۲)

(۱) ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور النساء، ۳: ۳۷۱، رقم: ۱۰۵۶

(۲) ابن حجر عسقلاني، فتح الباری، ۳: ۱۴۹

’’قرطبی نے کہا یہ لعنت کثرت سے زیارت کرنے والیوں کے لئے ہے جیسا کہ صفت مبالغہ کا تقاضا ہے (یعنی زَوَّارات مبالغہ کا صیغہ ہے جس میں کثرت سے زیارت کرنے کا معنی پایا جاتا ہے) اور شاید اس کی وجہ سے یہ ہو کہ (بار بار) اس طرح کرنے سے شوہر کے حق کا ضیاع، زینت کا اظہار اور بوقتِ زیارت چیخ و پکار اور اس طرح دیگر ناپسندیدہ اُمور کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔ پس اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب اس تمام ناپسندیدہ اُمور سے اجتناب ہوجائے تو پھر رخصت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مرد اور عورتیں دونوں موت کی یاد کی محتاج ہیں۔‘‘

اسی بات کو شارحِ ترمذی علامہ عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) نے **تحفة الأحوذی** (۴: ۱۳۶) میں نقل کیا ہے۔

تمام شارحینِ حدیث اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حصولِ عبرت اور تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور میں عموم ہے یعنی جس طرح ممانعت عام تھی اسی طرح جب رخصت ملی تو وہ بھی عام ہے۔ البتہ عورتیں چونکہ بے صبر ہوتی ہیں اگر اپنے کسی قریبی عزیز کی قبر پر جاکر اس طرح نوحہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے یا قبرستان میں ان کا جانا باعثِ فتنہ اور بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہو، محرم ساتھ نہ ہو یا ایسا اجتماع ہو جہاں اختلاطِ مرد و زن ہو تو اس صورت میں عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بلا شبہ ممنوع ہے۔ اور اگر محرم کے ساتھ باپردہ قبرستان جائے اور وہاں جاکر دعا کرے، تذکیرِ آخرت سامنے ہو تو پھر رخصت ہے۔ جمہور احناف کے نزدیک رخصتِ زیارت مرد و زن دونوں کے لئے ہے۔

۱۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی (۹۲۶۔۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وقیل تحرم علی النساء، والأصح أن الرخصة ثابتة لهما. (۱)

’’یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے حرام ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے یکساں ہے۔‘‘

---

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، ۲: ۲۱۰

۲۔ علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی نے لکھا ہے:

أمّا على الاصحّ من مذهبنا وهو قول الكرخي وغيره، من أن الرخصة في زيارة القبور ثابتة للرّجال والنّساء جميعًا، فلا إشكال.[۱]

’’احناف کے نزدیک صحیح قول امام کرخی وغیرہ کا ہے وہ یہ کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔‘‘

۳۔ علامہ شرنبلالی (م ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

نُدِبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الْأَصَح.[۲]

’’صحیح روایت کے مطابق زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر مندوب ہے۔‘‘

۴۔ علامہ طحطاوی (م ۱۲۳۱ھ) مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفي السراج: وأمّا النّساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذلك لتجديد الحزن، والبكاء، والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه يحمل الحديث الصحيح ’’لعن الله زائرات القبور‘‘. وإن كان للاعتبار، والتّرحّم، والتّبرّك بزيارة قبور الصّالحين من غير ما يخالف الشّرع فلا بأس به، إذا كنّ عجائز. وكره ذلك للشّابات، كحضورهن في المساجد للجماعات. وحاصله أن محل الرخص لهن إذا كانت الزيارة

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ۲: ۶۲۶

(۲) شرنبلالی، نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور

على وجه ليس فيه فتنة. والأصحّ أن الرّخصة ثابتة للرّجال والنّساء لأن السّيدة فاطمة رضی اللہ عنہا كانت تزور قبر حمزة كل جمعة وكانت عائشة رضی اللہ عنہا تزور قبر أخيها عبد الرحمن بمكة، كذا ذكره البدر العيني في شرح البخاري.(۱)

''سراج میں لکھا ہے: عورتیں جب زیارتِ قبور کا ارادہ کریں تو اس سے ان کا مقصد اگر آہ و بکا کرنا ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کے لئے زیارت کے لئے جانا جائز نہیں اور ایسی صورت پر اس صحیح حدیث مبارکہ کہ اللہ تعالیٰ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، کا اطلاق ہوگا اور اگر زیارت سے اُن کا مقصد عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور قبورِ صالحین سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طلب اور حصولِ برکت ہو جس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس صورت میں زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ خواتین بوڑھی ہوں، نوجوان عورتوں کا (بے پردہ) زیارت کے لئے جانا مکروہ ہے جیسا کہ ان کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے لئے آنا مکروہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی رخصت تب ہے جب اس طریقے سے زیارت قبور کو جائیں کہ جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی رخصت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے کیونکہ (حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی) سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مکہ میں زیارت کرتی تھیں۔ یہی بات علامہ بدر الدین عینیؒ نے شرح صحیح بخاری (عمدۃ القاری) میں لکھی ہے۔''

(۱) طحطاوی، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح: ۳۴۰۔ ۳۴۱

(۳) عورتوں کی زیارتِ قبور میں احتیاط کے پہلو

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا اگر آخرت کی یاد دہانی، حصولِ عبرت، نصیحت اور زہد کے لیے ہو تو جائز ہے لیکن اگر ان کا جانا فتنہ اور بے حیائی کا باعث ہو اور شرعی حدود و قیود کا ارتفاع ہو تو پھر ممنوع ہے۔ ان وجوہات ہی کے باعث ہمارے بہت سے اکابر جن میں امام الھند اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ بھی شامل ہیں، نے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو جانا حرام قرار دیا ہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ اور شارحینِ حدیث و ائمۂ فقہ کی آراء کی روشنی میں جمہور کا مؤقف یہی ہے کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً:

۱۔ اس زیارت کا مقصد تذکیرِ موت و آخرت ہو۔

۲۔ اس زیارت کا مقصد اپنے عزیز رشتہ دار اور عام مومنین مردوں کو دعا و فاتحہ سے فائدہ پہنچانا ہو۔

۳۔ مقابر اور درباروں پر عورتوں کے لیے باپردہ الگ سے زیارت کرنے کا اہتمام ہو۔ اختلاطِ مرد وزن نہ ہو۔

۴۔ فتنہ اور بے حیائی سے تحفظ ہو۔

۵۔ عورتیں وہاں جا کر جزع وفزع کر کے غم تازہ نہ کریں۔

۶۔ کثرت سے زیارت کرنے والی نہ ہوں یعنی اسے روزانہ کا معمول نہ بنالیں۔ جبکہ:

(۱) درِ رسول ﷺ کی حاضری مرد و زن سب کے لیے باعثِ اجر ہے۔ اس پر جمہور ائمہ کا اتفاق ہے۔

(۲) اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی قبور کی زیارت بھی مندوب ہے۔

خلاصۂ بحث

زیارتِ قبور کی مکمل بحث کو درج ذیل امور کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے:

۱۔ زیارتِ رسول ﷺ اور زیارتِ صالحین ہرگز بھی توحید کے منافی اور شرک میں داخل نہیں ہے۔

۲۔ حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر ائمہ کا معمول رہا ہے۔

۳۔ اولیاء اور صالحین کی زیارت و ملاقات پر قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے ترغیب ملتی ہے اور اہل خیر کے ہاں یہ ایک محبوب عمل ہے۔

۴۔ اولیاء اور صالحین کے مزارات پر جانا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت، اکابرینِ امت کا طریق اور عوام الناس کا مقبول عمل رہا ہے۔

۵۔ عامۃ المسلمین کی قبور کی زیارت کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کے متعدد اِرشاداتِ عالیہ سے ثابت ہے اور یہ آپ ﷺ کا مسنون عمل بھی ہے۔

درجِ بالا قرآن وسنت پر مشتمل تمام تحقیقی بحث کو مدّنظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور، اولیاء وصالحین کی زندگی میں اور بعد از وصال ان کے مزارات پر جائز طریقوں کے ساتھ حاضری دینا قطعاً شرک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔ ہمیں ان شرعی اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے جن کے تحت جائز ناجائز اور حلال حرام میں حدِ فاصل رکھی گئی ہے۔

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **ابن ابی حاتم،** عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی (۲۴۰۔۳۲۷ھ/۸۵۴۔۹۳۸ء)۔ **الثقات۔**

۳۔ **ابن ابی شیبہ،** ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

٤۔ **ابن اسحاق،** اسماعیل بن اسحاق المالکی (۱۹۹۔۲۸۲ھ) ۔**فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: دارالمدینہ المنورہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

۵۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **الوفا باَحوال المصطفیٰ۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

٦۔ **ابن حاج،** ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی (م۷۳۷ھ)۔ **المدخل۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱/ ۱۹۸۱ء۔

۷۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۔ **ابن خزیمہ،** ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۹۔ **ابن عابدین شامی،** محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴۔۱۳۰٦ھ)۔ **رد المحتار علی الدرالمختار۔** کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ،

۱۳۹۹ھ۔

۱۰۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔ ۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ دمشق الکبیر (تاریخ ابن عساکر)**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۱۱۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقه الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۲۔ **ابن قیم**، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب جوزیہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ/ ۱۲۹۲۔۱۳۵۰ء)۔ **أعلام الموقعین عن رب العالمین**۔ مصر: مطبعۃ السعادہ، ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء۔

۱۳۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱٤۔ **ابن ماجہ**، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱٦۔ **ابن نجیم**، الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی (۹۷۰ھ)۔ **البحر الرائق شرح کنز الدقائق**۔ **مصر**: مطبوعۃ مطبعۃ علمیۃ، ۱۳۱۱ھ۔

۱۷۔ **ابن ہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ **فتح القدیر**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۱۸۔ **ابن ہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ) **شرح فتح القدیر**۔ مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری۔

۱۹۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/

۸۴۵۔۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۲۰۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلية الأولياء و طبقات الأصفياء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۲۱۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحیٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۲۲۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۲۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۲٤۔ **بطرس**، المعلم بطرس البستانی (۱۸۱۹ء۔۱۸۸۳ء)۔ **محیط المحیط**۔ بیروت لبنان: مکتبۃ لبنان، ۱۹۸۳ء۔

۲۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦٦ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۲٦۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦٦ء)۔ **شعب الإيمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۷۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦٦ء)۔ **دلائل النبوہ**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۸۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۹۔ **ترمذی**، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ / ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ **الشمائل المحمدیہ**۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۳۰۔ **حاکم**، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۳۱۔ **حکیم ترمذی**، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ **نوادر الأصول فی أحادیث الرسول**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۳۲۔ **خطیب بغدادی**، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/ ۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۳۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۴۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۵۔ **دردیر**، ابوالبرکات سیدی احمد، **الشرح الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۳۶۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ /۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۷۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **تذکرۃ الحفاظ**۔ حیدر آباد دکن، بھارت: دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء۔

۳۸۔ **ذھبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **سیر أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۳۹۔ **ذھبی**، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **میزان الإعتدال فی نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۴۰۔ **رویانی**، ابو بکر فی بن ہارون (۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۴۱۔ **زاھد الکوثری**، (۱۳۷۱ھ)، مقالات الکوثری

۴۲۔ **زبیدی**، امام محبّ الدین ابو فیض السید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی حنفی (۱۱۴۵۔۱۲۰۵ھ/۱۷۳۲۔۱۷۹۱ء)۔ **تاج العروس من جواھر القاموس**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ۔

۴۳۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواھب اللدنیۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۴۴۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح الموطا**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۴۵۔ **سبکی**، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳۔۷۵۶ھ/۱۲۸۴۔۱۳۵۵ء)۔ **شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام**۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۴۶۔ **سمہودی**، نور الدین علی بن احمد المصری (م ۹۱۱ھ)۔ **وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ** ﷺ۔ مصر: مطبعۃ السعادہ، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء۔

۴۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

٤٨۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح علی سنن النسائی**۔ حلب، شام : مکتب المطبوعات الإِسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

٤٩۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔**مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا**۔

٥٠۔ **شربینی** ، الشیخ محمد الشربینی الخطیب،(۹۷۷ھ) ،**الاقناع**۔بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۵ھ۔

٥١۔ **شرنبلالی**، ابو الأ خلاص حسن بن عمار بن علی حنفی (۹۹۴۔۱۰۶۹ھ/ ۱۵۸۵۔ ۱۶۵۹ء)۔**نورالایضاح ونجاۃ الارواح**۔

٥٢۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

٥٣۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

٥٤۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔

٥٥۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔ ۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔**مشکل الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

٥٦۔ **طحطاوی**، احمد بن محمد طحطاوی (۱۲۳۱ھ) **حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح**، مصر: مطبع مصطفیٰ البابی، ۱۳۵۶ھ۔

٥٧۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/ ۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۵۸۔ **عبدالحق محدث دہلوی**، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ **أشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابیح**۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۵۹۔ **عبدالرزاق**، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۶۰۔ **عبد العزیز دہلوی**، (م ۱۲۲۹ھ)۔ **فتاوی عزیزی**۔ دہلی، بھارت، مطبوعہ مطبع مجتبائی۔

۶۱۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **المطالب العالیہ**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۲۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری بشرح صحیح البخاری**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۶۳۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **منبهات علی الاستعداد لیوم المعاد**، قاہرہ مصر، دارالبشیر

۶۴۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ **شرح نخبة الفکر فی مصطلح أهل الاثر**،

۶۵۔ **عمادی**، عبد الرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد العمادی الدمشقی الحنفی (۹۷۸۔ ۱۰۵۱ھ/۱۵۷۰۔۱۶۴۱ء)۔ **الروضة الریا فیمن دفن بداریا**۔ **دمشق**، سوریا: **دارالمأمون للتراث**، ۱۴۰۸ھ۔

۶۶۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

٦٧۔ **فیومی**، احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی ۷۷۰ھ، **المصباح المنیر**، قم، ایران، منشورات دارالھجرۃ ۱۴۰۵ھ

٦٨۔ **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷٦۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ **الشفا بتعریف حقوق المصطفی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

٦٩۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ /۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۰۔ **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **المواھب اللدنیہ**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۱۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰٦ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۲۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰٦۔ ۲٦۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۳۔ **مقدسی**، شیخ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمان حنبلی مقدسی (۵٦۷۔٦۴۳ھ)۔ **الأحادیث المختارۃ**۔ مکۃ المکرّمۃ، مکتبۃ النھضۃ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۷٤۔ **مقریزی**، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷٦۹۔۸۴۵ھ/ ۱۳٦۷۔۱۴۴۱ء)۔ **إمتاعُ الأسماع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۵۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح**۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۷۶۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب و الترهیب من الحدیث الشریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۷۷۔ **نبہانی**، یوسف بن اسماعیل (۱۲۶۵۔ ۱۳۵۰ھ/ ۱۸۴۸۔ ۱۹۳۲ء)۔ **شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لاہور، پاکستان: حامد اینڈ کمپنی۔

۷۸۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔ ۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۷۹۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔ ۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۸۰۔ **نووی**، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔ ۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔ ۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء۔

۸۱۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔ ۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔ ۱۲۷۸ء)۔ **الاذکار**۔ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۲۳ھ۔

۸۲۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔ ۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔ ۱۲۷۸ء)۔ **روضۃ الطالبین**۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

۸۳۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔ ۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔ ۱۲۷۸ء)۔ **المجموع شرح المهذب**۔ جدہ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: مکتبۃ الارشاد۔

۸۴۔ **ہیتمی**، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی **ابن حجر مکی** (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ **الجوہر المنظم**۔ مطبعۃ الخیریہ، ۱۲۳۱ھ۔

۸۵۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد و منبع الفوئد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۸۶۔ **واقدی**، ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد (۱۳۰ھ/ ۲۰۶ھ)۔ **فتوح الشام**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔